



نبیلہ ریاض

## سلاسلِ عشق

منجھان ناول

ساجدہ نے ڈرتے ڈرتے دستک دی کیونکہ چلنے والی بی بی نرم کے پل میں تو کہ مل میں ماشہ موڑے اسے لکھا تھا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ نرم نے اس سے نرمی سے بات کی ہو، ہمیشہ اس کا لہجہ اگ پرشور محسوس ہوتا۔ پتا نہیں کیوں ساجدہ سے اسے چھوٹے واسطے کا بھر تھلا۔  
 ”آجاؤ۔“ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔  
 ساجدہ دروازہ کھول کر دو قدم آگے بڑھی۔  
 دیکھتے ہی نرم کے ماتھے پر بل بڑھ گئے۔

صبح کے دس بج چکے تھے وہ بستر میں الٹی لیٹی کولڈ لٹے کا viva la vida من رہی تھی۔ رات دیر تک ملائکہ سے فون پر چپیں مارنے کی وجہ سے اسے نیند بھی کافی دیر سے آئی تھی۔ ابھی بھی وہ سوئی رہتی اگر ماہ نور کی کال اسے نہ جگالی۔  
 باہر سے رمضان اور ساجدہ کی آوازیں آرہی تھیں۔ رمضان اس گھر کا رانا ملازم تھا جبکہ ساجدہ کو سائرہ بیگم نے کچھ عرصہ پہلے ہی بلورچی خانے اور دیگر کاموں کے لیے رکھا تھا۔

”کیا بات ہے؟“ وہ تھکے ہوئے میں بولی۔  
 ”بی بی جی! صاحب جی کہہ رہے ہیں آپ کو جگا  
 دوں وہ ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔“ اس نے ڈرتے  
 ڈرتے وضاحت کی تو نرم کے ماتھے کے بل کچھ کم  
 ہوئے۔

”جاؤ“ میں آتی ہوں دس منٹ میں۔“ ساجد نے  
 غصہ سے سمجھتے ہوئے باہر کا رخ کیا۔  
 نرم نے اٹھ کر جوتے پہنے اور واش روم میں آئی۔  
 سامنے دیوار پر لگے آئینے میں اس کا چہرہ اور اس پر نرم  
 جھکن بڑی واضح تھی۔ نہ جانے کیوں اسے بے بسی کا  
 احساس ہوا۔

آئینے سے نگاہیں چر کر اس نے جلدی جلدی منہ  
 ہاتھ دھویا، بکھرے بال دو چار ہاتھ مار کر سنوارے اور  
 ڈائننگ سال کا رخ کیا۔ جہاں پیلا سا رنگین سمیت اس کا  
 انتظار کر رہے تھے۔  
 ”گڈ مارننگ پیلا!“ ساہو بیگم کو یکسر نظر انداز کرتے

ہوئے پیلا کے ساتھ والی چیر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔  
 ”نرم بیٹا! آپ کی مہمانی ادھر ہی ہیں شاید آپ  
 نے دیکھا نہیں ہے۔“ تیمور ملک کے لیے میں نے  
 محسوس کی جانے والی وارننگ سی تھی۔ وہ اندر تک  
 جل کر رہ گئی مگر اوپر سے مل سے ساہو کو بھی گڈ مارننگ  
 کہنا ہی پڑا۔

وہ بے دلی سے ناشتہ کرنے لگی۔ تیمور ملک نے بغور  
 اپنی بلاؤں پر مٹی کا یہ انداز نوٹ کیا۔  
 ”یہ لوٹا گاجر کا حلوہ ساجد نے خاص طور پر بنایا  
 ہے، بہت مزے کا ہوتا ہے۔“ ساہو نے حلوے والا  
 ڈونگہ اس کی طرف بوجھایا تو اس نے ان کی طرف دیکھے  
 بغیر ڈونگہ لے لیا۔ تیمور بھی رغبت سے کھا رہے تھے۔  
 ”تمہاری اسٹیڈیز کیسی جا رہی ہیں۔“  
 ”ٹھیک ہی ہیں پیلا!“ اس نے نگاہیں اٹھا کر پیلا کو  
 دیکھا تھا۔

وہ ایم پی اے کی اسٹوڈنٹ تھی اپنے پیلا کی لاڈلی۔  
 اتفاق یا بد قسمتی سے ساہو سے شادی کے بعد ان کے

ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی سو نرم اکلوتی تھی  
 اعزاز برقرار رکھے ہوئے تھی۔

ساہو اور تیمور فمد کی شادی کی تیاری  
 کر رہے تھے۔ فمد ساہو بیگم کا اکلوتا بھائی تھا۔  
 رشتہ انہوں نے بڑے چاؤ سے ڈاکٹر صاحب سے جوڑا تھا۔  
 پہلے ہی طے کیا تھا۔ اب شادی کی تیاریاں  
 تیاری کھل کر کے انتظار میں تھیں کہ کب  
 جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ وہ بھی تقریباً ساہو  
 بس نرم سے بات کرنی تھی۔

”بیٹا! آپ اپنے کپڑے وغیرہ رکھ لیں، ہم  
 جانا ہے۔“ تیمور ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے۔  
 ”کیوں پیلا؟“ اس نے انجان بناتے ہوئے پوچھا۔  
 فمد کی شادی پر جانا ہے بیٹا!“  
 ”میں نہیں جاؤں گی۔“ ایک عجیب سی ہنسی  
 تھی اس کے لہجے میں۔ تیمور ٹھٹھک سے گئے۔  
 ”کیوں؟“

”بس میرا موڈ نہیں ہے آپ جائیں۔“  
 کرسی وکیل کر کھڑی ہوئی اور اس پہلے کہ وہ  
 کچھ پوچھتے وہ تیز تیز چلتی باہر نکل گئی۔  
 نگاہوں سے ساہو کی طرف دیکھا اور شہر  
 ہو گئے۔  
 ”چلیں کوئی بات نہیں اس کا موڈ  
 بات نہیں۔“ ساہو نے خود ہی کہہ کر اس  
 شرمندگی سے بچایا۔

اسے ساہو بیگم کے میکے کے ہر شخص  
 واسطے کا پیر تھا۔  
 وہ سات سال کی تھی جب اس کی مہمانی  
 ہوئی تھی۔ اسے زندگی کی تلخ حقیقتوں کا  
 تھا، مگر اتنا ضرور تھا کہ اسے احساس ہو گیا  
 زندگی کسی بڑی کمی کا شکار ہو گئی ہے۔  
 تماشاً پیار کرتے تھے ماما کے جانے کے

سہارے میں زیادہ حساس ہو گئے تھے۔  
 دوستوں رشتہ داروں نے بہت زور ڈالا کہ دوسری  
 شادی کر دو، مگر وہ نہ مانے۔ عائشہ کے بعد ان کا دل  
 ہنگاموں میں خالی ہو چکا تھا۔ نرم ان کی بھرپور محبت اور  
 جانے کے ماننے کے دوران چڑھ رہی تھی۔

وہ بڑے بڑے دل کی تھی جب تیمور کی ملاقات ایک  
 دوست کی شادی میں ساہو سے ہوئی۔ جان پہچان کے  
 ابتدائی مراحل طے ہونے کے بعد کچھ بھی مشکل نہ  
 رہا۔ عائشہ کے بعد ساہو دوسری عورت تھی جس نے  
 ان کے دل کے تاروں کو چھیڑا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ  
 برسوں کے طویل خواب کے بعد جاگے ہوں۔

ساہو بیٹا کران کے بڑے سے گھر میں چلی آئیں جو  
 شاید ان ہی کے انتظار میں تھا، مگر نرم کو پیلا کی دوسری  
 شادی نے بہت بڑے صدمے سے دوچار کر دیا۔ اسے  
 اب بھی یاد تھا کہ ساہو بیگم کے اس گھر میں آنے اور  
 ماما کے بیدار ہو کر قبضہ کر لینے کے بعد وہ کتنے ہی دن بیمار  
 رہی تھی۔ اتنی کہ پیلا بھی پریشان ہو گئے تھے اس کا  
 خیال نہ ہونے میں آئی نہیں رہا تھا۔

ساہو بیگم نے اس کی ماما کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔  
 روزانہ سے ہی نرم کے دل میں نفرت جز مضبوط  
 کر چکی تھی۔ بعد میں ساہو نے کتنی کوشش کی اس  
 کے قریب آنے کے لیے، مگر جواباً نرم کی ٹھنڈی سرد  
 نگاہیں طنز و تاثرات انہیں خود سے سینے میں مجبور  
 کر دیتے۔ وہ انہیں قبول نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ایک  
 حقیقت تھی۔

وہ مری طرف یہ چیز بھی روز روشن کی طرح عیاں  
 کی کہ تیمور ملک اپنی بی بی کو نوٹ کر جاتے ہیں۔  
 جس روز ساہو پیلا کے ساتھ اس کی ماما کے گھر آئی  
 اس رات اس نے پیلا کو اپنے پاس سے اٹھنے ہی  
 سے روک دیا تھا، اپنے سونے تک۔ جب وہ گہری نیند میں  
 آئی تو تب تیمور اس کے پاس سے اٹھے تھے۔

اسے والے دنوں میں ساہو کے خلاف اس کی  
 بات بڑھتی گئی۔ وہ ساہو سے وابستہ ایک ایک شخص

سے نفرت کرتی تھی۔ پہلے وہ ایک دفعہ کشن میں پیلا کی  
 منتوں کے بعد ساہو کے ساتھ ان کے خاندان میں منہ  
 ہٹا کے چلی گئی تھی، مگر تین سال پہلے جب ساہو کی کرنل  
 کی شادی ہوئی تو تب اس نے ایسی کسی بھی تقریب میں  
 نہ جانے کا اٹل فیصلہ کیا تھا۔ تب پیلا ایک کاروباری  
 دورے پر کراچی میں تھے اور عین شادی کے دن وہ وہیں  
 سے سیدھے ساہو کی کرنل کے گھر پہنچے تھے۔ یہاں  
 آکے انہیں نرم کے نہ آنے کا پتا چلا تھا۔

اور وہ پھوپھو کے گھر میں چلی گئی تھی۔ نوکروں کے  
 ساتھ اکٹھے گھر میں رہنا بھی مشکل تھا پیلا نے واپس  
 آکے اسے کہا تو کچھ نہیں، مگر اس کے اس رویے سے  
 پریشان سے تھے۔ تب نرم نے اپنی سب سے عزیز  
 فریڈ لانا کے سے اس بارے میں بات کی اور کھل کے  
 اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ ساہو بیگم کا تو نام ہی اس نے  
 جزیل رکھا ہوا تھا۔



ڈیک خوب اونچی آواز میں چل رہا تھا۔ کھانے پینے  
 کے ساتھ ساتھ گپ شپ کا بھی دور چل رہا تھا۔ تینوں  
 ملائکہ کے گھر میں جمع تھیں۔ وہ ہنستے ہند رو دن میں مل  
 بیٹھنے کا موقع نکال ہی لیتی تھیں۔ کل بھی وہ مسلسل

## خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

قیمت --- 450/- روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37- اردو بازار، کراچی۔

بودیت کا رونا رو رہی تھی۔ اس کی کل آنکھیں تو نرم نہایت  
کو بتائے بغیر ڈرائیور کے ساتھ اس کے گھر چلی آئی۔  
پھر ماہ نور اور ثانیہ بھی آئیں تو خوب محفل جمی۔  
"کافے از سو بونگ یار!" ماہ نور نے منہ بگاڑ کر  
ایک نیوی اشتہار کی نقل اتاری تو ملائکہ نے ہاتھ میں  
چکڑا کشن دور بیٹھے بیٹھے ہی اس کی طرف پھینکا جو کمال  
سمارت سے اس نے کچل کر لیا۔  
"کچھ نیا ہونا چاہیے لائف میں۔" یہ ثانیہ تھی۔  
"یار! تم بھی تو کچھ بولو جب سے آنی ہو عجیب سی  
شکل بنائی ہوئی ہے۔" ملائکہ نے نرم کو غمو کا دیا جو  
اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی ان  
سب سے الگ تھلگ۔  
"بس یار! عجیب سی ٹینشن ہے۔" سائہ بیگم کے  
ساتھ شادی پہ جارہے ہیں۔ "اس نے منہ بنا کر بتایا۔  
"تو اس میں اتنا داس ہونے کی کیا بات ہے؟"  
"میں نہیں جا رہی ان کے ساتھ۔"  
"نہ جاؤ۔" ملائکہ نے نیازی سے بولی۔  
"اسٹوڈنٹ! پھوپھو کے گھر جانے کا میرا سوڈ نہیں  
ہے۔"  
"تو میری طرف آ جاؤ" میں بھی بہت بور ہو رہی  
ہوں لائف میں کوئی تھل کوئی ایڈوینچر نہیں ہے۔ تم  
آؤ تو کچھ پلان کرتے ہیں۔"  
"اوکے اوکے۔ میں پیلا سے بات کرتی ہوں کہ وہ  
سائہ بیگم کے ساتھ تشریف لے جائیں میں تمہاری  
طرف آ جاؤں گی۔" سائہ کے نام پہ خود بہ خود ہی اس  
کے لہجے میں نفرت در آئی تھی۔  
ساری فرینڈز کو اس کی نفرت کا پتا تھا، ماہ نور تو چپ  
رہتی تھی مگر ملائکہ اور ثانیہ بھرے کرتی رہتی  
تھیں جس کی وجہ سے اس کے دل میں دبے نفرت  
کے شعلوں کو ہوا ملتی رہتی۔  
بہت تاہم ہو گیا تھا۔ نرم نے آنے کا وعدہ کر کے گھر  
لوٹ آئی۔ پیلا کی گاڑی ڈرائیور سے میں کھڑی تھی جو  
اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ گھر میں موجود ہیں۔ وہ آہستہ

آہستہ کمرے میں آئی جہاں پیلا پہلے سے ہی بیٹھا تھا  
اسی کا انتظار کر رہے تھے۔  
ایک لمحہ کے لیے وہ پریشان سی ہوئی تو پھر  
سنبھل لیا۔  
"نرم! آپ اپنی ماما کو بتا کر کیوں نہیں آتی؟"  
تیسرے کالج بہت لہجہ تھا۔  
"میں انہیں بلانا ضروری نہیں سمجھتی۔"  
"چناں۔" ان کی آواز ابھری۔ زندگی میں پہلی بار  
کا ہاتھ بیٹھی پٹختا تھا۔  
وہ کتنے سال سے یہ سب برداشت کر رہے تھے  
آج ان کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تب ہی ان  
نرم پہ اٹھا اور کال پہ نشان بھجوا دیا۔  
"وہ ماما ہیں تمہاری اور تم اب چھوٹی نہیں  
بی اے کی اسٹوڈنٹ ہو یہ بہت دھرمی مجھے  
اور ہاں اپنی تیاری کر لو شادی پہ جانے کے لیے۔"  
"میں نہیں جاؤں گی۔" غصے اور دکھ کی شہین  
بلو جو وہ بول پڑی۔  
تیسرے ملک چند منٹ اس کے باغی آثار  
رہے اور پھر کمرے سے نکل گئے۔ آج اس  
پہ پناہ کمزور ہونے کا احساس ہوا تھا۔  
نرم لن کی لاڈلی اولاد تھی سائہ سے شادی  
اس نے تیسرے ملک کو بھی نظر انداز کرنا شروع کر دیا  
سائہ جیسی سمجھ دار شریک حیات کا ساتھ نہ ہونا  
جانے کیا کرتے پھر جس طرح آج دیتا ہے  
کی طرف گئی اس کا انہیں شدید رنج تھا۔  
مار کر اب وہ خود بھی رنجیدہ تھے دل پہ  
مسلسل گھونے برسا رہا تھا۔  
نرم کمرہ بند کر کے روٹی رکھ کر آج پیلا سے  
مارا تھا اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی اسے  
چھڑی سے بھی چھوایا گیا ہو اور آج پیلا نے  
دروہی سے اسے ٹھہرا دیا۔ اسے پورا یقین  
منانے آئیں گے مگر ساری رات گزر گئی  
آہستہ

اسے پورا یقین تھا یہ سب آیا دھر اس چڑیل ڈائن  
میں بیٹھ گاہے جس کے اشاروں پہ پیلا کچھ پکلی کی طرح  
مل جاتا ہے۔  
پیلا اس کے پیلا کو چھینا پھر اس کی ماما کے گھر  
بجھ گیا اور اب پیلا تو اس پہ ہاتھ اٹھانے پہ مجبور کر دیا۔  
"نرم! ان سب ایلے نہیں تھے۔"  
"ہاں! ان سب مجھے چھوڑ کر نہ جاتیں تو پیلا! مجھے  
یوں نہ مارتے۔" وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔  
صبح تیسرے ملک کے نکلنے سے پہلے ہی نرم نے پھوپھو  
کو فون کر دیا۔ ساری کہانی وہ انہیں سنا چکی تھی سو وہ  
اسے لینے آئیں۔ اب تیسرے ملک کے پاس پکڑنے کی  
گنجائش نہیں رہی تھی، خواجہ غصہ کر کے وہ بات  
پوچھنا نہیں چاہتے تھے۔ جاتے وقت انہوں نے نرم کو  
پیارے گلے لگایا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ نرم کے دل  
پر کچھ ہوا۔  
"اگر ساتھ چلتیں تو اچھا تھا مجھے پریشانی نہ ہوتی۔  
خیر تمہاری مرضی ہے جیسے خوش رہو۔" وہ آہستہ سے  
گالے اور ایک بار پھر اسے سینے سے نکالیا۔  
سائہ نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنا چاہا تو وہ نامحسوس  
انڈاز میں پیچھے ہٹ گئی۔ سائہ نے ایک بار پھر اس کی  
پچھائی کو پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔  
البتہ ثروت کو کچھ اطمینان سا تھا کیونکہ بھائی کی  
دوسری شادی کو انہوں نے بھی پسند نہیں کیا تھا پھر  
نرم کا رویہ بھی سامنے تھا۔  
نرم سائہ بیگم اور پیلا کے جانے کے بعد اس کا دل جیسے  
خالی سا ہو گیا تھا۔ پیلا پہلے بھی جاتے رہتے تھے مگر  
ان جانے کیوں دل بچھ سا گیا تھا۔ ثروت اس کے  
دھڑکنے میں نہیں کہ کب وہ تیار ہوتی ہے مگر اس نے  
پھر وہی سوچ لیا تھا۔  
"پھوپھو! میں ملائکہ کے پاس رکوں گی میں نے  
ان کو فون کر کے کہہ دیا ہے آپ جانا چاہیں تو جا سکتی  
ہیں۔" ثروت حیرت سے اس بل بل رنگ بدلتی لڑکی کو

دیکھتی رہ گئیں۔  
"ہو نہ! مجھے کیا ہے شک دوست کے پاس رہے  
انہا اچھا برا خود سوچ سکتی ہے۔" وہ بیگم میں پڑے  
رکھتی نرم کو بخور دیکھ رہی تھیں۔  
دل میں اس کے خلاف غصہ بھرتا جا رہا تھا۔ بھائی  
اور بھائی کو تو یہ اطمینان تھا کہ وہ پھوپھو کے گھر سے گھر  
لاڈلی بیٹی دوست کے گھر رکنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ ان  
کے خاندان میں بیٹیوں کو اس حد تک آزادی دینے کا  
ردانہ نہیں تھا۔  
نرم کو بھی احساس تھا کہ اس نے پھوپھو کو ناراض  
کر دیا ہے سو اس نے اپنا رویہ نرم کر لیا۔  
"پھوپھو! میری نہ کوئی بہن ہے نہ بھائی اکیلے گھر  
میں بہت کرنے کو بھی ترس جاتی ہوں ملائکہ بہت  
اچھی ہے اگر میری کوئی بہن ہوتی تو بالکل ملائکہ جیسی  
ہوتی۔ سچ پھوپھو! اس کی فیملی بہت اچھی ہے ایک دو  
دن اس کی طرف رک جاتی ہوں پھر آتا تو آپ کی  
طرف ہی ہے۔" اس کی آخری بات پہ ثروت بالکل  
موم ہو گئیں۔  
"چلو ٹھیک ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی  
ہوں پھر گھر جاؤں گی۔" ثروت مل گئی تھیں نرم نے  
بشکل اپنی خوشی چھپائی۔  
ملائکہ گھر میں آئی تھی اس کی ماما ایک این جی او  
کی مداح رواں تھیں اور ایک میٹنگ میں شریک  
تھیں۔ سو ثروت کی ملاقات ان سے نہ ہو سکی۔ وہ گھر  
کو دیکھ کر مرعوب سی تھیں اب انہیں نرم کے یہاں  
رکنے کوئی اعتراض نہیں تھا۔  
اوپر ملائکہ بہت خوش تھی۔ اس نے بیٹھے بیٹھے  
کئی پروگرام بھی بنا ڈالے تھے۔ اسی وقت ماہ نور اور  
ثانیہ کو بھی فون کر کے بلالیا گیا۔ اب وہ تھی اور ایک  
طوفان بد تمیزی تھا۔ ثانیہ بتا رہی تھی کہ آج مارکیٹ  
میں شاپنگ کرتے ہوئے ایک لڑکے نے اس کا  
موباائل چھیننے کی کوشش کی مگر اس کے شور مچانے اور



لوگوں کی بروقت مداخلت کی وجہ سے پھر بھاگ گیا۔  
 ملائکہ پوری دلچسپی سے سن رہی تھی۔  
 ”واہ یار ایک آئیڈیا آیا ہے۔“ ثانیہ خاموش ہوئی تو  
 وہ پر جوش انداز میں بولی۔ ثانیہ نے اسے گھور کر دیکھا۔  
 ”کیسا آئیڈیا؟“ نہیم اور ماہ نور نے حیرت سے اسے  
 دیکھا۔  
 ”اصل میں موبائل چھین کر بھاگنا بھی ایک طرح  
 کا فن ہے۔“ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔  
 ”یہ فن نہیں ہے، یہ ایک جرم ہے۔“ ماہ نور بول  
 اٹھی۔  
 ”دیکھو وہ لڑکا اپنی ضرورت کا مارا ہوگا، تب ہی اس  
 نے بھری مارکیٹ میں یہ حرکت کی، اگر میں یہ کام کرلی  
 ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ میں صرف انجوائے منٹ  
 کے لیے یہ سب کر رہی ہوں، جسٹ فن یار۔ میں  
 بہت بور ہو رہی ہوں۔“  
 ”تو پھر؟“ ثانیہ نہ سمجھ آئے والے انداز میں اسے  
 دیکھ رہی تھی۔  
 ”میں نے بھی پلان کیا ہے کہ کوئی چھوٹا موٹا  
 ایڈونچر ہونا چاہیے۔“  
 ”کیسا ایڈونچر جس قسم کا؟“ اب وہ تینوں اسے دیکھ  
 رہی تھیں۔  
 ”ہم بھی کسی کو کڈنیپ کریں گے۔“ اس نے  
 دھماکہ کیا۔  
 اگرچہ ثانیہ اور ماہ نور اس کے تاثرات سے پوری  
 طرح کسی غیر متوقع ہاں کا اندازہ لگا چکی تھیں، مگر وہ یہ  
 کہہ گی کہ ان کے وہم و گمان میں نہیں تھا۔  
 ”تم ہوش میں ہو۔“ ماہ نور جھٹکے سے اٹھ کھڑی  
 ہوئی۔  
 ”مائی ڈیر! میں ہوش میں ہوں، تب ہی کہہ رہی  
 ہوں، جسٹ فار انجوائے منٹ یار! تم میں ابھی تک  
 پرانی لڑکیوں کی مدح گھس کر بیٹھی ہوئی ہے۔ یار! ہم  
 کون سا جرم کر رہے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے کسی  
 کو پکڑ کر لائیں گے، پھر چند گھنٹے بعد چھوڑ دیں گے۔“  
 ملائکہ یوں بول رہی تھی جیسے کوئی پکنک کا پروگرام

سیٹ کر رہی ہو۔  
 ”یہ بہت خطرناک کام ہے۔“ ماہ نور نے سستے  
 پہلے زبان کھولی۔  
 ”نہیں یار! کوئی خطرناک کام نہیں ہے۔ ہم  
 کر کے کریں گے، دیکھنا کتنا مزہ آئے گا، بونٹ کا  
 خاتمہ ہوگا۔“ ملائکہ نے چٹکی بجائی۔  
 ”تم لوگ فکر نہ کرو۔ سارا رستہ میں لوں گی۔  
 ہماری انگلیں خالی ہے، بس ادھر ہی رکھیں گے جس  
 کڈنیپ کریں گے۔“ وہ انہی لاپرواہی سے کہہ رہی  
 تھی۔  
 اب وہ تینوں بھی اسے کچھ کچھ متفق ہو گئی تھیں۔  
 ملائکہ کا ارادہ تھا اپنے فریڈ ارمان کو بھی اس منصوبے  
 میں شریک کرے گی، مگر ثانیہ سمیت ان دونوں نے  
 بھی اس کی بھرپور مخالفت کی تھی۔  
 بنا نہیں کیا بات تھی۔ نہیم کو تو اس کا فریڈ ایک  
 آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ ماہ نور کا تو تین سال پہلے ہی  
 کزن سے نکاح ہو چکا تھا، جبکہ ثانیہ بھی انکھج  
 ملائکہ بھی ارمان میں انٹرنلڈ تھی، صرف نہیم کی  
 تھی۔ رشتے تو اس کے بھی آ رہے تھے، مگر یہ وہ  
 تک کوئی بھی دل سے نہیں بھلیا تھا، پھر نہیم کی  
 بھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اس معاملے میں  
 خاموش ہی تھے۔  
 ارمان بمانے بمانے سے ان کے ذہن پارٹنر  
 آتا جا رہا تھا۔  
 کہنے کو تو وہ ملائکہ کا خاص اچھا دوست تھا، مگر  
 کی نظریں جس طرح نہیم کا طواف کرتی تھیں،  
 ہی اندر جزیر ہو جاتی تھی۔ بے بے بالوں والا  
 اسے بالکل پسند نہیں تھا، جانے ملائکہ کیا دیکھ کر  
 تھی۔

میں حال ثانیہ اور ماہ نور کا بھی تھا۔ ملائکہ نے ایڈونچر  
 اور فن کے نام پر یہ لمبی چوڑی تقریر کی تھی، ان کے جو  
 رہے سے اعتراض تھے وہ بھی ختم ہو گئے تھے۔  
 ملائکہ نے پورا پروگرام سیٹ کر لیا تھا، پاپا کا ہنسل  
 ان کے بید روم میں سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رہتا تھا۔  
 اسے پاپا بھی آتا تھا اور اس میں گولیاں بھی موجود  
 تھیں، وہ اپنے ہی چیک کر کے دیکھ چکی تھی۔ وہ پوری  
 طرح تیار تھی۔  
 \*\*\*  
 نہیم تو ملائکہ کے بید روم میں کافی دیر کے بعد نیند  
 آئی تھی، کیونکہ اجنبی بستر تھا۔ کمرے میں بدل بدل کے  
 بے حال ہوتی وہ جانے کب سوئی۔ ملائکہ نہیم پر  
 کھڑی سیل فون پر ارمان سے بات کر رہی تھی۔ گلاس  
 ڈور سے وہ کتنی بار اندر دیکھ چکی تھی، جب نہیم سو گئی تو  
 اسے اطمینان سا ہوا۔ اس نے ارمان کو بھی اپنے  
 منصوبے کے بارے میں آگاہ کر دیا۔  
 اگرچہ وہ تینوں اسے منع کر چکی تھیں کہ ارمان کو نہ  
 بتانا، مگر ارمان کو بتائے بغیر اس کا کھانا کہاں ہضم ہوتا  
 تھا۔  
 ”ذند ر نل آئیڈیا ملائکہ! ارمان کے لیے سے  
 یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اسے اپنی خوشی سنبھالنی محال  
 ہو۔“  
 ”میں تمہیں بتاؤں گا کہ کس کو کڈنیپ کرنا ہے۔“  
 اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ نہ جانے کیوں ملائکہ کو اچھا  
 نہیں لگا اس کا یوں دلچسپی لینا۔ وہ برہہ برہہ کے بول رہا  
 تھا مشورے دے رہا تھا۔  
 ”چپ چپ سی تھی اس کے استفسار پہ ہوں ہاں  
 رہی رہی۔“  
 \*\*\*  
 پہلی دسے کی اس ذیلی سڑک پر سلیمان کی گاڑی  
 چلتے چلتے اچانک ایک جھٹکالے کر لہرائی اور مزید کچھ  
 لگے جا کر رگ گئی۔ وہ دو واہ کھول کر اتر آیا۔ بونٹ  
 اٹار کر وہ پرنوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا، مگر گاڑی

اشارت نہ ہوئی۔ اسے اس شرمیں آنے پانچواں روز  
 تھا۔  
 کسی سے اتنی خاص واقفیت نہیں تھی، سوائے ولید  
 درانی کے۔ اور وہ اسی سے ملنے جا رہا تھا کہ گاڑی  
 خراب ہو گئی۔ اس سڑک پر اتنا رش نہیں ہوتا تھا، سو  
 بہت کم گاڑیاں گزر رہی تھیں اور جو گزر رہی تھیں ان  
 میں بیٹھے افراد نے ایک لمحے کے لیے بھی رک کر اس  
 سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں گوارا نہیں کی تھی۔  
 سلیمان نے گاڑی کا دروازہ لاک کیا اور بالی خواستہ سیل  
 نکالا اور ولید کو کال کرنے کا ارادہ کیا۔ عین اسی وقت وہ  
 گاڑی آگے جاتے دوبارہ پیچھے مڑی اور پھر اس کے  
 بالکل قریب رکی۔  
 سلیمان نے سیل جیب میں ڈال لیا ڈرائیونگ سیٹ  
 پر براجمان اس طرح دارسی حسینہ نے شیشے نیچے اتارا۔  
 ”آپ کو لفٹ چاہیے؟“ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ  
 انکار کرتا، مگر اس وقت شام کے سائے کب کے  
 ڈھل چکے تھے اور خنکی میں اضافہ بھی ہو گیا تھا، پھر نہ  
 جانے کتنی دیر اسے اور پیدل باسج کرنا پڑے۔  
 کسی میکینک یا ولید کا یہاں آنا بھی ضروری تھا،  
 تاکہ گاڑی کو باندھ کر گیاراج لے جایا جاسکے۔ سو اس  
 نے لفٹ کی آفر قبول کرلی۔ اس لڑکی نے اس کے  
 چہرے پر رضامندی کا اشارہ پاتے ہی ڈرائیونگ سیٹ  
 کے ساتھ والا دروازہ کھول دیا۔  
 بیٹھنے کے بعد سلیمان نے دیکھا، پیچھے سیٹ پر تین  
 اور لڑکیاں بھی بیٹھی ہیں۔ اس نے اچھٹی سی نگاہ ڈالی۔  
 ادھر اس کے بیٹھنے ہی خاموشی چھا گئی تھی۔  
 ”لگتا ہے آپ یہاں نہیں رہتے؟“  
 ”جی ہاں۔ آپ کا اندازہ بالکل درست ہے، میں  
 دوست کی طرف جا رہا تھا کہ میری گاڑی خراب ہو گئی،  
 خرابی میری سمجھ میں نہیں آئی تو میں لاک کر کے چل  
 پڑا۔“  
 ”جس جگہ آپ کی گاڑی خراب ہوئی، ادھر ٹرنک  
 اتنی نہیں ہوتی، پھر حالات کی وجہ سے لفٹ بھی نہیں  
 ملتی۔“ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے تفصیل سے بتایا۔

”آپ کو کہاں جانا ہے؟“ گاڑی میں چھائی خاموشی کو اس حسینہ کی آواز نے توڑا۔

باقی تین لڑکیوں نے ابھی تک زبان نہیں کھولی تھی۔

ایک کچی سڑک پہ گاڑی رُک گئی۔ سڑک کے دونوں اطراف درخت تھے۔

”آپ ذرا نیچے اتریں۔“ ذرا اور کے لیے اس کا دل چاہا کہ وہ یہ بات نہ ملنے کچھ سوچ کر چپ چاپ اس کی ہدایات پر عمل کیا۔

”اب دونوں بازو اوپر اٹھاؤ زیادہ اسارٹ بننے کی کوشش تمہیں ہنگامی پڑے گی۔ پیچھے جھٹھو تم اور ثانیہ! تم آگے آؤ ڈرائیونگ تم کرو گی میں پیچھے بیٹھوں گی۔“ اس حسینہ نے باری باری سلیمان اور ثانیہ سے کہا۔

اس کے ہاتھ میں جدید طرز کا مسلک ریو اور تھا جو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ یہ ریو اور اس کے زیادہ استعمال میں نہیں ہے پھر اندرونی جہان اور اضطراب کی وجہ سے اس کے پورے وجود پہ لرزش طاری تھی۔ سلیمان پہ ہن و عن عمل کرنے پہ تجسس غالب آگیا تھا ورنہ فطری طور پر وہ بے خوف اور بے ڈر تھا۔

”چلو اس کی آنکھوں پہ ٹی باندھو۔“ پستول بردار حسینہ نے سلیمان کے ساتھ بیٹھنے کی دوسری لڑکی کو حکم دیا۔

لڑکی دھان بان اور نازک سی تھی لڑرتے ہاتھوں سے موٹا پکڑ اس کی آنکھوں پہ باندھ دیا۔ اس کے ہاتھوں کی ایک ایک حرکت ظاہر کر رہی تھی کہ اس کام میں اسے کافی مشکل پیش آرہی ہے۔

پچیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد گاڑی رُک گئی۔ گیت کھولنے کی آواز آئی پھر گاڑی دوبارہ حرکت میں آئی۔

”میں تمہاری آنکھوں پہ سے ٹی ہٹا رہی ہوں لیکن جلدی قدم بڑھاؤ۔“ ساتھ ہی ملائکہ نے ثانیہ کو ٹی کھولنے کا اشارہ کیا۔

اس نے جلدی جلدی کھولی تب ملائکہ نے سلیمان کو شوکا دیتے ہوئے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ ان کے پیچھے وہ چاروں تھیں۔ اسے اپنی کسی بات یاد نہ تھی۔

”نہیم! جاؤ میرے بندے روم سے رتی نے آؤ۔“ نے کل بندے کے پیچھے رکھی تھی۔ ”تب سلیمان کو روم میں سے ایک لڑکی کا نام پتا چلا اور اس نے یادداشت میں محفوظ کر لیا۔

نہیم رسی لے کر واپس آئی تو سلیمان نے اسے روک دیا۔ دیکھا سچ منٹ بعد وہ پوری طرح بے بس تھا۔ ملائکہ اب پوری طرح پرسکون ہو چکی تھی۔

ماہ نور اور ثانیہ جا چکی تھیں۔

”میں تو اب نہیں آؤں گی نہ اس اندوخی میں حصہ لینے کا ارادہ ہے۔“ ماہ نور نے ثانیہ کو گھر جا کر اپنے نفلے سے اٹھا کر اس کی نگاہوں میں چمک سی آگنی۔ اتفاق سے وہ بھی یہی سوچ رہی تھی کہ ”ملائکہ کچھ کہے گی نہیں؟“ اس نے کہا۔

”نہیں اور یہ سب نہیں کر سکتی ڈرائیونگ کرنا۔“ گھر والوں کو خبر ہو گئی تو کیا ہو گا؟ یہ چھوٹی سی بات ہے ہماری پوری لائف ڈسٹرب ہو جائے گی۔ مرضی ہے میں تو کل مری جا رہی ہوں کڑی ساتھ۔“ اس کا ارادہ اٹل تھا۔ ساتھ ہی چاہیے حوصلہ مل چکا تھا۔

”ماہ نور! میں تمہارے ساتھ ہوں“ ممانے ہوں کہ آپ کی طرف جانا ہے مجھے کوئی جگہ نہیں۔“

”میں خود بہت پریشان ہوں۔ ملائکہ کو گھر آرم سے سب کچھ کر لیا۔ ریو اور کو بھی سے پکڑا ہوا تھا۔ مجھے تو نہیم کی فکر ہے۔“ ابھی بھی ادھر نہیں ہیں میں سمجھاؤں گی تو وہ نہیں۔“ ماہ نور کو اب نہیم کی طرف سے پریشانی

ہم ٹھیک کہہ رہی ہو نہیم حد سے زیادہ بیوقوف ہے۔ مجھے ملائکہ کا بھی بھروسہ نہیں اگر اس نے یہاں پہنچا دیا تو پھر یہ ایڈونچر نہیں رہے گا کچھ اور بن جائے گا۔“

”نہیم! میں نہ ہم انکل کو سب بتا دیں یا پھر ملائکہ کی ممانے کو فون کرتے ہیں۔“ ثانیہ کے لہجے میں فکر مندی

”اے نہیں میں تو یہ نہیں کروں گی۔“ ماہ نور صاف دامن بچا گئی۔ کیونکہ اس صورت میں ملائکہ ان کو بھی تحریک دیتی پھر آگے جو ہوتا تو اس کا تصور ہی اس کے لیے محال تھا۔

سو بہتر یہی تھا کہ خاموشی سے اس معاملے سے الگ ہو جائے۔

\*\*\*

سلیمان ابھی تک کسی نتیجے نہیں پہنچ پایا تھا کہ اسے کیوں یہاں لایا گیا ہے۔ ابھی تک پستول بردار حسینہ نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ صرف وہ دونوں تھے۔ سلیمان آنکھیں بند ہونے کے باوجود اس کی نگاہوں کے ارتکاز کو محسوس کر چکا تھا۔ احساس ہوتے ہی دلی بلای مسکراہٹ اس کے لبوں آگئی۔

اپنے لباس اور رکھ رکھاؤ سے بھی وہ بہت شائستہ اور اچھے خاندان کا نظر آ رہا تھا۔ بیروں میں قیمتی جوتے کلائی پہ بندھے تھے۔ سٹ وائچ اور بیٹھنے کا انداز کسی طور بھی عام سامنے تھا۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ابھی تک وہ خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ مگر ملائکہ کی نقل و حرکت میں یہ بات نہیں ماسکی تھی۔

نہیم کھانا لے کر آئی تھی۔ اس صورت حال میں کس کو کچھ مگر چند نوالے سلیمان نے ضرور دیے۔

”اب رات کو کیا ہو گا؟“ ملائکہ پہلی بار پریشان نظر لگی۔ نہیم سے بات کرنا ہی فضول تھا وہ کب سے وہاں بیٹھ گئی تھی نہ بولتی تھی نہ مشورہ دیتی تھی۔ ایسے مگر ملائکہ کو پھر ارمان کا خیال آیا۔

وہ پریشان ہو رہی تھی کہ خود ہی اس کی کال آگئی۔ ”تم مجھ سے گھر پہ ملنے آ سکتے ہو؟“ وہ سلام دعا کے بغیر جلدی جلدی بول رہی تھی۔

”ہاں ابھی۔“  
”کیوں کیا بات ہے؟“  
”میں بہت پریشان ہوں۔“  
”کیوں؟“

”ارمان! میں نے ایک بندے کو کڈ فیپ کر لیا ہے۔“ اسے اب نہیم کا خیال بھی نہیں رہا تھا جس نے کہا تھا کہ ارمان کو نہ بتانا۔

سلیمان پورے جی جن سے اب ملائکہ کی طرف متوجہ تھا۔

”کیا کہہ رہے ہو؟ تاوان؟“ ملائکہ تقریباً ”جی“ ہی پڑی اور پھر بات کرتے کرتے کمر سے ہی نکل گئی۔ نہیم ہڑبکا کر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔ کھانے کی ٹرے ابھی تک وہیں پڑی تھی۔ کھانے کے وقت سلیمان کے ہاتھ کھول دیے گئے تھے جو ابھی تک کھلے ہوئے تھے۔ ارمان سے بات کرتے ہوئے ملائکہ کو اس بات کا دھیان ہی نہیں رہا۔

نامحسوس انداز میں سلیمان نے اس لاپرواہی کا فائدہ اٹھایا۔ اور با آسانی پاؤں آزاد کر لیے۔ اب صرف نہیم تھی جبکہ ماسٹرمانڈ باہر تھی۔ سلیمان اب اور تاخیر نہیں کر سکتا تھا۔ رسی الگ کر کے جو نہی کھڑا ہوا نہیم کے لبوں سے بے ساختہ چیخ نکلی اس سے پہلے کہ وہ سب کو متوجہ کرتی سلیمان اس تک پہنچ چکا تھا۔ اپنا مضبوط ہاتھ اس نے جو نہی نہیم کے لبوں پر رکھا وہ دہری ہو گئی۔

خوف کی شدت سے وہ اپنے حواسوں میں نہیں رہی تھی۔ سلیمان اسے چھوڑ کر محاط قدموں سے باہر نکلا تو عین اسی وقت لائٹ چلی گئی۔ یہ ایک اور مصیبت تھی۔ بجائے قدموں کی آواز اسی طرف آرہی تھی۔ وہ دیوار پہ چڑھا اور چند ہی لمحوں میں وہاں پہنچا۔ اندھیرے کے باوجود گھروں کے سائے واضح تھے

اور اندازہ ہو رہا تھا یہاں کے تین متحول طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دس چندہ منٹ میں مختلف سڑکیں اور گلیاں مڑنے کے بعد وہ کافی دور نکل آیا تھا مگر ابھی تک کسی ٹیکسی کا نشان نظر نہیں آیا تھا۔ اس کا سبب فون بھی اس لڑکی نے لے لیا تھا اور نہ وہ فون کر کے کسی دوست کو کہہ دیتا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اسے اسٹریٹ لائٹس جلتی نظر آئیں۔ آگے میں دو نظر آرہی تھیں۔ اس نے رست واضح دیکھی ساڑھے دس بج چکے تھے۔ اسے رست پر کھڑے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ٹیکسی مل گئی۔ اس نے ایڈریس سمجھایا۔

\*\*\*

”آئی کلنٹ بلواٹ سلیمان۔“ ولید کے چہرے پر ابھی تک بے یقینی تھی۔

”تم یقین کرو یا نہ کرو میرے ساتھ ایسا ہو چکا ہے اور ابھی اس بات کو چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے ہیں۔“ سلیمان کالجی ٹھوس تھا۔

کل سے اس نے اس پہلو پر بہت سوچا تھا اور پھر آج ولید سے بات کی تھی۔

”میں جب لاہور میں پوسٹڈ تھا تو اس وقت میرے پاس ایک اسے ملتا جلتا کیس آیا تھا مگر جو تم بتا رہے ہو چار لڑکیاں اور نو یا۔“ وہ ایک بار پھر حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”ولید! میں ان لڑکیوں کو چھوڑوں گا نہیں۔“ سلیمان کا چہرہ اٹل ارادے کی خبر دے رہا تھا۔

وہ دونوں میٹرک سے کلاس فیلو چلے آ رہے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں کی دوستی بھی گہری ہوئی تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد دونوں نے ہی پولیس ڈپارٹمنٹ جوائن کیا تھا۔ سلیمان اسٹیشنل برانچ میں آفسر تھا اور یہاں اس کا ٹرانسفر ہوتے ہی یہ واقعہ بھی ہو گیا۔

لڑکیاں اپنے لباس و انداز بول چال سے اونچے گھرانے کی ہر وہ نظر آرہی تھیں۔ ان میں سے جوان

کی سرخیز تھی بہت بے خوف تھی جبکہ باقی تینوں کی نیاز سی تھی جیسے انہیں کسی بات کی بھی خبر نہ ہو گئی۔ کیا کرنے جارہی ہیں اور اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ”تم کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟“ اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا چکا تھا۔

”ہوں۔“ اس نے بیکار ابھرا۔ ”وہ ملاقات تو مجھے چل چکا ہے جہاں مجھے لے جایا گیا تھا۔ ان کے ساتھ

یقینی طور پر ایک لڑکا بھی ہے۔ ایک آئیڈیل شل ہو گیا ہے۔ جراثیم کی ابتدا ایسے ہی ہوتی ہے جن لوگوں کو جو

کرتے ہوئے یا کرنے کے بعد کچھ کا خوف نہیں ہوگا وہ عام لوگوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

ان لڑکیوں کے دہلے میں میں نے صاف طور پر بات محسوس کی ہے۔ یقین کرو میرا خون کھول جائیگا۔

جب میں صنف نازک کو اس قسم کی حرکتیں کرتے دیکھتا ہوں۔ اس لڑکی نے پستول تھام رکھا تھا اور

اس بات کا ذرہ بھر خوف نہیں تھا کہ اس کی ذرا سی احتیاطی سے گولی چل سکتی ہے۔ وہ اپنے ساتھ

کر کے بتا رہی تھی اور تاوان کا لفظ بھی اس نے استعمال کیا تھا۔ میں اور باتیں نہیں سن سکا۔

باہر چلی گئی تھی۔ ولید غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

”تو یہ ہے کہانی کہ اسٹیشنل برانچ کے آفسر خورو لڑکیوں نے دن دھاڑے گن پوائنٹ

کر لیا۔“ ولید نے قصداً شوخ انداز میں کہا۔ ماحول پر چھائی سنجیدگی کم ہو گئی۔ سلیمان نے

رکھا پیپر وٹ اٹھایا مگر وہ ارادہ بھانپ کر رہ گیا۔

”کاش! ہمیں بھی کوئی ایسے کڈنیپ کرتے کہوں اے حسینو! مجھے آزاد نہ کرو اپنی زلفوں کی

میں رہنے دو۔“ ولید پوری طرح فارم میں سر جھٹک کر آنے والی فون کال کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ارمان! اب کیا ہوگا؟“ میں بہت پریشان

وہ لوں ہاتھ سسکتی رہت مضطرب سی لگ رہی تھی۔ ”کچھ نہیں ہونا بیڑر ٹیکس۔ اس ڈفرنے شکر کیا

ہو نہ لیا اور نہ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا گھر آئی مرنے کو میں حلال کرنے کا قائل ہوں۔“ وہ اس کے

میلنے بیٹا اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا جیسے اس کی۔ ”پورا کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔“

”لیڈ! سب نہیں سمجھی نہیں۔“ ”تم نے شروع میں مجھے ساتھ نہ رکھ کر یونٹی کی

اگر مجھے پہلے ہی شریک کر لیتیں تو میں تمہیں بہت کام کی باتیں بتاتا اور تم نے جو انجوائے منٹ کے لیے کیا

اس سے فائدہ اٹھانے کا کر جانا مگر بہت افسوس کی بات ہے تم نے تو مجھے ہوا بھی نہ لگنے دی۔“

”ارمان! اصل میں میری فریڈ نے مجھے منع کیا تھا کہ تمہیں انڈارم نہ کروں خاص طور پر نرم تو بہت

چڑتی ہے تم سے۔“ آج پریشانی میں نہ بتانے والی بات بھی اس کے منہ سے پھسل گئی تھی۔ ارمان نے سن کر

ٹھنڈی سانس بھری۔ ”پلو کوئی بات نہیں وہ چڑتی ہے تو۔ تم تو نہیں

چڑھتا۔ اب تو میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔“ وہ مٹی خیر لیجے میں بولا۔

”لانا کہہ سوا لیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ ”تم پہلے مجھے بتا دیتیں تو میں تلوان کے پچاس لاکھ

لانا اور وہ سب تمہارے ہوتے۔“ ”سچ۔“ ”بالکل ابھی ہم پیرٹس۔ ڈھنڈ کرتے ہیں

طلب ہمیں ذرا ذرا ضرورت کے لیے می ڈی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو سوچو کیا ہو؟

پھر ہمیں ان سے مانگنا نہ پڑے ہمارا اپنا بینک اکاؤنٹ ”بینک اکاؤنٹ تو اب بھی ہے۔“ لانا کہنے فوراً

اس کی بات کالی۔ ”جوائنٹ ہے ڈیر! ہم اپنی مرضی سے زیادہ رقم

میں نکل سکتے۔“ اگر تم تھوڑی بہت کرو تو پھر

انجوائے منٹ کی انجوائے منٹ اور پیسے کا پیسہ۔“

ارمان نے چٹکی بجائی۔

”مگر ارمان اس میں بہت رسک ہے۔“

”میں ہوں نا تمہارے ساتھ اب اپنی فریڈز کو کچھ نہ بتانا بس تم دونوں ٹھیک ہیں۔ لیکن اس بار کتنا مزا

آئے گا ہم پوری پلاننگ سے سب کچھ کریں گے۔“ ”ارمان! اگر کچھ ہو گیا تو۔“

وہ اب بھی دوسو سوں کا شکار تھی۔ جب سے وہ نوجوان نرم کو بے ہوش کر کے اس

کے قبضے سے بھاگا تھا تب سے وہ صحیح معنوں میں خوفزدہ تھی۔ اسے ہر وقت یہی دھڑکا رہتا کہ جیسے سب کو ہتا

چل جائے گا اور وہ نوجوان کہیں اچانک اس کے سامنے آجائے گا۔ مگر آج ارمان سے بات کر کے وہ ذرا مطمئن

ہو گئی تھی۔

\*\*\*

اس واقعے کو چار روز گزر چکے تھے اور کچھ بھی نہیں ہوا تھا تب لانا کہہ کے ساتھ نرم بھی پرسکون ہوئی۔

کیونکہ وہ ان کی شکلوں کے ساتھ ساتھ نام سے بھی واقف تھا۔ لانا کہہ نے کئی بار اس کے سامنے نرم کو

اس کا نام لے کر رکھا تھا۔ جب ماہ نور اور ثانیہ کے سامنے نرم نے کھل کر اپنے خوف کا اظہار کیا تو انہوں

نے شکر کا کلمہ پڑھا کہ وہ بروقت اس معاملے سے جان چھڑا کر الگ ہوئی تھیں۔ اسی وجہ سے لانا کہہ کا رویہ

ان دونوں کے ساتھ بہت خراب تھا جسے ماہ نور نے شدید سے محسوس کیا تھا۔

”لانا کہہ بہت بدل گئی ہے پہلے سی بات نہیں ہے اس میں۔ اور پھر ارمان کے ساتھ اس کی دوستی کے

پورے ڈپارٹمنٹ میں چرچے ہیں۔“ اس نے حتی الامکان نرم کے سامنے نرم لفظوں کا چٹاؤ کیا تھا

کیونکہ نرم لانا کہہ کے بہت قریب تھی۔ ”ارمان! مجھے بھی پسند نہیں ہے ہتا نہیں لانا کہہ

نے اس میں کیا دیکھا ہے جو مری جارہی ہے۔“ خلاف توقع وہ تنگ کر بولی تو ماہ نور نے کچھ جتائی لگا ہوں سے

ثانیہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے اس میں جو بھی تبدیلیاں آئی ہیں سب ارمان دوستی کی مرہون بنت ہیں۔ ورنہ اس نے اتنا جو خطرناک کام کیا ہے وہ کم سے کم میں نہیں کر سکتی۔" ثانیہ نے بے اختیار کانوں کو ہاتھ لگائے۔  
 "تم بے شک نہیں کر سکتی مگر اس ایڈیٹر میں شریک رہی ہو اسے انکار کرو گی؟"  
 "شریک تو تم بھی رہی ہو۔" ثانیہ نرم کے وارپہ تلملانی۔

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو واقعی میں شریک رہی ہوں اور میرا نام بھی ملا تھا۔" اس کے سامنے لیا اگر پاپا کو پتا چل گیا تو۔" نرم نے دونوں ہاتھوں سے سر ختم لیا۔  
 "کچھ نہیں ہوتا تم پریشان نہ ہو۔" مہنور نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ اس کو دیکھ کر رہ گئی۔



سائہ جب سے شادی سے واپس آئی تھیں لوٹ کر رہی تھیں کہ نرم بہت ڈسٹرب سی ہے۔ تیمور ملک نے بھی اس بات کو نوٹ کیا تھا۔ وہ انتظار کر رہے تھے کہ شاید وہ خود ہی بتا دے مگر تاحال اس کی طرف خاموشی تھی تیمور صاحب نے اسے اس کی ناراضی پہ محمول کیا تھا۔

وہ بیڈ پہ سیدھی لیٹی چھت کو گھور رہی تھی جب سائہ بیگم نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔ آہٹ پہ نرم سیدھی ہوئی اور پھر سامنے سائہ کو پا کر سدا کا شغف اس کے چہرے پہ بھی ابھر آیا۔

"جی کیا بات ہے؟" وہ اٹھ بیٹھی۔ سائہ بے چاری کھسا گئیں۔

"گھر بند کر کے کیوں بیٹھی ہو باہر آؤ تمہارے پاپا بھی پوچھ رہے ہیں کہ چھٹی کا دن ہے اور تم ابھی تک کمرے سے نہیں نکلیں۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم پریشان سی ہو۔"

سائہ کے لہجے میں اپنائیت ہی اپنائیت تھی جو نرم کو سرا سرا اس کی مکاری محسوس ہوئی۔

"آپ کو میری فکر میں دلا ہونے کی ضرورت ہے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے اور اگر کبھی ہوئی ہے میں آپ کو نہیں بتاؤں گی کیونکہ میں اپنے دل کی خودی قیس کرتی ہوں آپ زیادہ اچھی بننے کی کوشش نہ کریں اس کو شش سے آپ بے شک پاپا کو شرم کر سکتی ہیں مگر مجھے نہیں۔ اب آپ میرے کمرے سے تشریف لے جائیں۔"

اس کے ایک ایک لفظ سے زہر نپک رہا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے نیل فون کے ساتھ مصروف ہو گئی۔ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ جا سکتی ہیں۔ واپس آئے اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ آہٹ ہونے ہیٹ کی طرح ان کا دل خوش گمانوں سے بھر گیا تھا مگر جاتے ہوئے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اپنا سارا احوال بار آئی ہیں۔

تیمور صاحب کے سامنے جاتی انہوں نے ہنس مسکراہٹ سجالی۔ وہ اخبار پڑھ رہے تھے۔ چھٹی دن ان کی کوشش ہوئی تھی کہ گھر پہ ہی زیادہ سے وقت گزاریں اگر نرم کامیاب ہو تا تو وہ سائہ کے ساتھ باہر ہی ڈنر کرتے تھے۔ آج بھی ان کا یہ فیصلہ ہی پروگرام تھا۔

سائہ بیگم کے جانے کے بعد نرم بیڈ سے اٹھ کر سامنے ڈسٹربنگ نیل کے آئینے میں اس کا سر لایا تھا۔ واقعی وہ شکل سے ہی پریشان لگ رہی تھی۔  
 "مجھے کوئی بھی ایسا تاثر نہیں دینا چاہیے جو میری طرف سے مشکوک کر دے۔" اس نے اپنے منہ دیکھتے ہوئے خود کو بلور کرایا اور کھڑے بالوں پر برش کیا۔ پھر کپڑے تبدیل کئے۔  
 مطمئن ہو کر وہ لاؤنج میں آ گئی۔

"اٹھ کئی ہو بیٹا! خیر ہے۔" تیمور صاحب سے مسکرائے تو نرم کو بے حد شرمندگی ہوئی۔  
 "جی پاپا!"

"تو آج باہر ڈنر کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ساتھ آپ کی پسند کی آئیں کریم بھی ہو گی۔  
 "جو آپ کی مرضی پاپا! خلاف توقع وہ آ رہا ہے۔"

نرم نے۔  
 "آپ دونوں شام کو تیار رہنا!"  
 ہاتھ پہ پاپا! وہ اس وقت بہت فریاد بردار لگ رہی تھی۔  
 تیمور ملک خوش ہو گئے کیونکہ وہ بہت کم ان کے ساتھ جاتی تھی اسی وقت جب سائہ بھی ان کے ساتھ جاتی تھی۔

نرم نے تو نرم نے آج تک سائہ کے بارے میں کبھی کوئی شکایت کی تھی نہ ہی سائہ نے کبھی کچھ کہا تھا مگر اس کے باوجود وہ آنکلیں اور کلن رکھتے تھے نرم کا سرخنگ والا رویہ انہیں دکھ دیتا تھا۔ شام کو وہ اپنی پسند کے کپڑے پہن کر تیار بھی ہو گئی تھی۔

وہ خوش نظر آنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مگر اس کے باوجود لگ رہا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی ہی آگئی ہے۔ تیمور ملک کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ خوش ہے اور ان کے ساتھ آگئی ہے۔



نرم شام کی کلاس لے کر وہ نکلی تو ملائیکہ باہر ہی کھڑی تھی۔

"تم نے کلاس کیوں نہیں لی؟" نرم نے استفسار کیا۔

"بس اہل نہیں جا رہا تھا۔" وہ بے نیازی سے ہوئی۔  
 "تھیں پتا ہے اگر امز میں کم وقت رہ گیا ہے۔" نرم نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔  
 "اے! پڑھ لوں گی۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔  
 نرم چپ ہو گئی۔

مہنور اور ثانیہ دونوں غیر محسوس انداز میں ملائیکہ سے دور دور رہنے لگی تھیں۔ جواباً اس نے بھی پروا نہ لی تھی اسے کون سا دوستوں کی کمی تھی پھر نرم نے۔

ارمان نے کہا تھا کہ نرم کے خاور کے پاس کافی وقت ہے جو ہمارے کام آ سکتی ہے۔ اس نے تو یہ بھی کہا تھا کہ نرم کو بھی اپنے منصوبے میں شریک کرتے ہیں۔

پس۔ مگر وہ چپ ہو گئی تھی۔ کیونکہ اسے نہیں لگتا تھا کہ وہ ان دونوں کا ساتھ دے سکے گی مگر ارمان کی تیمور انگل کی اسٹوڈنٹ پوزیشن والی بات اس کے دل تو گلی تھی۔

انہیں بات کرتے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ارمان بھی ملائیکہ کو ڈھونڈتے ان کے ڈپارٹمنٹ چلا آیا۔

"اوہو تو نرم صاحبہ بھی یہاں ہیں۔" صاف لگ رہا تھا کہ اس کی حیرت مصنوعی ہے۔  
 "کیسی ہیں آپ؟" وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔  
 ارمان کی موجودگی میں وہ پرسکون نہیں رہ سکتی تھی جانے کیا بات تھی۔ اوہ وہ ملائیکہ کی لاپرواہی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نرم کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سیاہ اسکارف میں لیے بال شانوں پر پڑا وہ پیشہ مکالمے جو توں میں مقید پاؤں سب ہی گویا کسی بھید بھری کہانی کا پتا دیتے تھے۔ اسے بے حجاب حسن پسند تھا مگر نرم کا کترایا احتیاط بھر رو یہ جانے کیوں اسے کچھ سوچے چلے جانے مجبور کر رہا تھا۔

"نرم! آج ارمان کی برتھ ڈے ہے میرے ساتھ تم بھی آنا چاہو۔" ملائیکہ بیگ میں ہاتھ ڈالے کچھ تلاش کر رہی تھی۔  
 "سوری میں تو نہیں آ سکتی۔"

"کیا مطلب میں نہیں آ سکتی۔ تم ابھی چلو گی ہمارے ساتھ راول ڈیم۔ تھوڑی دیر گھوم پھر کر آجائیں گے یونیورسٹی ٹائننگ میں ہی۔" ملائیکہ نے قدرے غصے سے کہا تو پھر اس نے ایک بار پھر کوشش کی۔

"تو راتو رات بھی آجائے گا مجھے لینے۔"

"پاپا! اسے پہلے ہی ہم یونیورسٹی واپس آجائیں گے، بس ایک ڈیڑھ گھنٹے کی بات ہے۔ ارمان کی ضد ہے کہ راول ڈیم جا کے ہی ایک کالے گا اور تم میری بہت فریڈ ہو، میں جاؤ گی ساتھ میرے۔" ملائیکہ



نے جذباتی وار لیا تو وہ بالکل نخواستہ راضی ہو گئی۔  
 ”چلو ارمان! جلدی کرو۔“ ملائکہ نرم کے ساتھ  
 پارکنگ کے لیے مخصوص کی ہوئی جگہ کی طرف چلنے  
 لگی۔  
 ارمان گاڑی نکال کر لے آیا۔ پھر راول ڈیم پہنچنے  
 تک ملائکہ اور ارمان ہی بولتے رہے وہ ہوں ہاں کرلی  
 رہی۔

\*\*\*

ریان دو دن کے لیے اس کے پاس آیا ہوا تھا۔  
 سلیمان آفس سے فارغ ہو کر سیدھا گھر آیا۔ اس کی  
 ٹائٹ ڈیوٹی بھی گزشتہ تین دن سے۔ آج بھی فارغ  
 ہوتے ہوتے دس بج چکے تھے۔ گھر پہنچا تو ریان بوریت  
 چہرے پہ سجائے بیٹھا تھا۔

”بڑے بھائی مجھے نہیں آتا چاہیے تھا ادر۔“  
 ”ارے کیوں۔“

”اس لیے کہ آپ کی شکل کل سے آج دیکھنے کو ملی  
 ہے۔“ وہ نرم سے ہنسنے لگا۔

”میں چیچک کر لوں، پھر دونوں چلتے ہیں۔ تمہیں لچ  
 کراؤں گا اور لائیک ڈرائیو چاہیں گے، تم بھی تیار  
 ہو جاؤ۔“ اسے تیار ہونے کا کہہ کر سلیمان نے اپنے  
 کمرے کا رخ کیا۔

ریان اور وہ وہی بھائی تھے۔ ریان کمپیوٹر سائنس  
 میں ماسٹر کر رہا تھا۔ سلیمان بہت زندہ دل اور شوخ  
 مزاج تھا۔

یونیورسٹی سے دو دن کی چھٹی تھی تو اس نے  
 سلیمان کی طرف چکر لگانے کا پروگرام بنالیا۔

ریان سٹی پہ شوخ سی دھن بجاتے ہوئے تیار  
 ہونے کے بعد پرفیوم لگا رہا تھا۔ خود کو اچھی طرح پیٹھے  
 میں دیکھنے کے بعد وہ باہر نکلا۔ سلیمان ولید کو بھی فون  
 کر چکا تھا اتفاق سے وہ بھی آج فارغ تھا تو اسے بھی  
 اپنے پروگرام میں شریک کر لیا گیا۔ ولید کے آنے کے  
 بعد تینوں اکٹھے نکلے۔

ریان مسلسل بول رہا تھا، ولید بھی اسے ملے جلتے

مزان کا مالک تھا۔ سلیمان خاموشی سے ذرا میو گنگ  
 تھا۔

”ولید بھائی! آپ ابھی تک کنوارے کیوں ہیں؟“  
 ”بلبل۔“ اس کا کنوارہ ولید کے لبوں سے پھوٹتا تھا۔  
 ”یار میری کوئی نکی کام آگئی ہے، اس لیے بھائی  
 ہوں۔ ویسے اپنے بڑے بھائی کی بھی فکر کرو۔“  
 ہاتھوں ولید نے مشورہ دے ڈالا۔

”جی مجھے تو بہت فکر ہے۔ راتوں کی نیند بھی آتی  
 ہے میری تو۔“ اس نے چہرے پہ دنیا جمان کی  
 طاری کرلی۔

”وہ کیوں بھئی؟“  
 ”ان کی شاہی ہوگی تو میرا نمبر آئے گا۔“  
 چارگی سے بولا تو ولید پھر ہنسنے لگا۔

یہ ساری باتیں آہستہ آواز میں ہو رہی تھیں۔  
 ریان بڑے بھائی کے ساتھ اتنا فری نہیں تھا، پھر اس کی  
 تنجید کی اور رکھ رکھاؤ ایسا تھا کہ وہ ایک حد تک اس کی  
 تکلف ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

سلیمان کا ارادہ پہلے ”سیرینہ“ میں لچ کرنے کا تھا۔  
 ولید نے کہا پہلے راول ڈیم چلتے ہیں، تھوڑی دیر  
 کر کے واپس آجائیں گے۔ ریان بھی اس کا ہم سفر  
 تھا، چنانچہ وہ سیدھے راول ڈیم چلے گئے۔

گاڑی پارک کرنے کے بعد دھولائی راستے  
 کر کے وہ پانی کے قریب پہنچے۔ ریان بچوں کی  
 خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اچانک سلیمان کے قدم  
 گھسے۔

”کیا ہوا رک کیوں گھسے ہو؟“ ولید بھی اس کی  
 ساتھ رک گیا۔ ان لوگوں سے ذرا فاصلے پر دو لڑکیاں  
 ایک لڑکا موجود تھے۔

”سلیمان بھائی ان کو دیکھ کر رکے تھے۔“  
 ”کیوں یار پسند آگئی ہے تو بات کرنا۔“  
 شرارت سے بولا۔

اچانک ان میں سے ایک لڑکی اٹھی اور  
 بھاگنے والے انداز میں پارکنگ کی طرف چلی گئی۔  
 ”یہ والی فٹ ہے تمہارے بھائی کے۔“

شوخی نگاہوں سے سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
 اس نے بدوقت اپنے آپ کو سنبھالا۔  
 ”سلیمان، یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ہمارے ایک کو لیک کی  
 رشتہ دار ہیں۔ تب ہی میں دیکھ رہا تھا کہ شاید بیگ  
 صاحب ان کے ساتھ ہوں مگر یہ وہ نہیں ہیں۔“ اس نے  
 فحاشی سے انہ ان میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

\*\*\*

”ارمان! جلدی نکلو یہاں سے۔“ ملائکہ پچھلی  
 سیٹ پہ گزرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی جہاں نرم  
 بھی موجود تھی۔ پھر یونیورسٹی پہنچنے تک ان میں کوئی  
 بات نہیں ہوئی۔  
 ملائکہ ارمان کو مختصر ”بتا چکی تھی۔“

”ایزی رہو، کچھ نہیں ہوتا۔“ اوپر سے دل سے اس  
 نے دونوں کو تسلی دی مگر اندر سے ان دونوں لڑکیوں کی  
 گھبراہٹ دیکھ کر وہ بھی پریشان سا تھا۔

”میں نے کہا بھی تھا کہ میں نہیں جاتی۔ مگر تمہاری  
 خند مجھے ڈوب دے گی کیسے کھا جانے والی نگاہوں سے وہ  
 دیکھ رہا تھا۔ میں تو ایک نظر ہی اسے دیکھ سکی۔“  
 ”اس کے ساتھ دو اور لڑکے بھی تھے۔“ ملائکہ  
 آہستہ سے بولی۔

”وہ ہمیں پہچان چکا ہے تب ہی اتنے غور سے دیکھ  
 رہا تھا۔“  
 ”تو دیکھتا رہے۔ اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ہم  
 اسے اغوا کیا تھا فرض کرو اگر ایسا کچھ ہوتا بھی ہے تو  
 ہم صاف مکر جاس کے ڈرنے کی کیا بات ہے اس  
 میں۔ کبھی کبھی تم بھی بچوں کی طرح جی ہو کر گنتی  
 دیتے۔ نہ بھی کسی کو شک ہو تو ہو جائے گی برپا  
 ہوا۔“ ملائکہ نے اس کا ہاتھ دبایا تو اس کی گھبراہٹ کچھ  
 کم ہوئی۔

”گالف انجوائے کرو نرم ڈیر! جو ڈر گیا وہ مر گیا۔“  
 اس نے تو ایسا ہی ایک اور ایڈو پنچر کرنے کا سوچ رہی  
 تھی۔

”تمہارا دل غ تو نہیں چل گیا؟“

”میں پوری طرح اپنے حواسوں میں ہوں۔“ پہلی  
 بار مزا نہیں آیا خاص کیونکہ جس کو اتنی محنت اور  
 پائینک کے بعد اغوا کیا وہ بھاگ گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ  
 بے چارے کو خوب خوف زدہ کروں گی ڈراؤں گی کہتا  
 کہ خوف کی شدت سے بے ہوش ہو جائے مگر افسوس  
 تمہاری بزدلی کی وجہ سے ہاتھ آیا شکار نکل گیا۔“ وہ اب  
 پوری طرح نارمل ہو گئی تھی اور اسے لگاؤ بھی رہی

”کچھ بھی ہو ملائکہ! میں تمہارا ساتھ نہیں دے  
 سکتی۔“

”پلیز صرف ایک بار۔“  
 ”نہیں یار میں نہیں کر سکتی۔ اتنا بہادر نہیں  
 ہوں۔“

”میری خاطر پلیز۔“ ملائکہ کا اصرار انتہا کو چھو رہا  
 تھا۔ نرم کا دل نرم پڑنے لگا۔  
 ”اس بار میں اگلے ہی سب کرلوں گی بس جب میں  
 سب کر لوں گی تو آکر دیکھ لیتا۔“

”چلو ٹھیک ہے۔“ وہ مان گئی تو ملائکہ نے خوشی  
 سے بے قابو ہو کر اسے گلے لگا لیا۔

\*\*\*

یونگ کے بعد واپسی پر جب وہ وہاں سے گزرا تو  
 اب وہ جگہ خالی تھی جہاں پہلے وہ موجود تھی۔ سلیمان  
 نے اپنے اندر دینی اضطراب کو چہرے سے محسوس نہیں  
 ہونے دیا تھا۔ اگر ریان ساتھ نہ ہوتا تو ساری مصلحت  
 بلائے طاق رکھتے ہوئے ان لڑکیوں سے پوچھ گچھ  
 کرتا۔

اس کی موجودگی میں وہ کوئی ایکشن لیتا تو ساری  
 حقیقت کھل جاتی پھر گھروالوں کو بھی خبر ہو جاتی اور ماما  
 کہاں اس خبر کو برداشت کرتیں پہلے ہی تیار رہتی  
 تھیں۔

”میں چھوڑوں گا نہیں اس معاملے کو۔“ اس کا  
 ارادہ مضبوط تھا۔ لچ کے بعد وہ واپس گھر آئے تو ولید  
 بھی ساتھ ہی تھا۔ ریان کالی بنا کر لے آیا کیونکہ سلیمان



کا باورچی چھٹی پہ تھا۔  
 ”وہ یار! اس عمر میں کیوں اس بے چارے کو  
 تکلیف دیتے ہو۔“ ولید کا اشارہ پیالیوں میں کافی  
 اندھلتے ریان کی طرف تھا۔  
 ”کیا مطلب؟“ سلیمان نے بھنویں اچکاتے ہوئے  
 اسد نکھا۔

”مطلب یہ کہ اب ہمارے لیے ایک بھابھی لے  
 آؤ۔“ ولید نے چٹکلا جھوڑا۔  
 ”جی بھائی جان! میرا بھی بہت دل کرتا ہے۔“ ولید  
 کی موجودگی کی وجہ سے ریان بھی شیر ہو گیا۔  
 ”بھائی! ممما سے کہوں کہ ایک بھابھی کا انتظام  
 کر دیں؟“ سلیمان نے اسے گھورا تو اس نے شکایتی  
 انداز میں ولید کی طرف دیکھا۔  
 ”ولید بھائی آپ کب شادی کریں گے؟“ مایوس  
 ہو کر اب وہ ولید سے مخاطب ہوا۔

”جب کسی قسمت کی ماری کا داغ خراب ہوا اور  
 اس نے تمہارے ولید بھائی کو دیکھ لیا تو اسی دن زلزلہ  
 آئے گا“ حشر بپا ہو گا اور وہ بد قسمت ولید بھائی کے  
 آنگن میں اتر آئے گی چڑیل بن کے چہم سے  
 یوں۔“ اس نے چٹکی بجائی تو ریان کا ہنستہ ہنستہ برا حال  
 ہو گیا۔ سلیمان بھی مسکرا رہا تھا۔  
 ”سلیمان بھائی! کم ہی اس طرح مسکراتے ہیں مگر  
 کتنے اچھے لگتے ہیں نا۔“ ریان ولید کی طرف جھک کر  
 آہستگی سے بولا تو اس نے بھی تائید کی۔

اتوار کی شام کو ولید کی طرف کھانے کی دعوت  
 تھی۔ ریان وہاں سے آنے کے بعد لاہور واپس چلا  
 گیا۔ سلیمان کا بھی پروگرام تھا گھر جانے کا۔ کیونکہ  
 یہاں آنے کے بعد وہ ابھی تک گھر نہیں گیا تھا۔  
 ممما بھی اسے مس کر رہی تھیں۔

\*\*\*

نریم یونیورسٹی سے لوٹی تو تیمور ملک گھر پہ موجود  
 تھے۔ ان کی اس وقت موجودگی خلاف معمول تھی ورنہ  
 وہ ہمیشہ اس وقت فیکٹری میں ہوتے تھے۔

”نریم کھانا کھا کر میرے کمرے میں آؤ۔“ ان کا  
 اور تاثرات دونوں کسی مشکل صورت حال کی طرف اشارہ  
 کر رہے تھے۔  
 نریم کی چھٹی جس کسی خطرے کا اعلان کر رہی  
 تھی۔ اب بھوک کہاں لگنا بھی اس نے پرانا  
 بدل کر سیدھا ان کے کمرے کا رخ کیا۔ جہاں وہ  
 اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ساتھ کمرے میں موجود  
 تھیں۔

”نریم دروازہ بند کر کے آؤ۔“ وہ دروازہ بند کرتے  
 ان کے پاس آئی۔  
 ”بیٹھ جاؤ۔“ نریم ان کے سامنے والی کرسی پر  
 گئی۔ چند لمحوں تک وہ اسے دیکھتے رہے پھر  
 ہوئے۔

”آج یونیورسٹی ٹائمنگ میں آپ کس کے ساتھ  
 گاڑی میں جا رہی تھیں۔“ وہ بے تاثر انداز میں  
 رہے تھے۔  
 ”پاپا! میں ملائکہ کے ساتھ تھی۔“ وہ نظریں جھکا  
 بولی۔

”ملائکہ کے ساتھ اور کون تھا؟“  
 ”پاپا! وہ بھی ہمارا کلاس فیلو ہے۔ اصل میں  
 کچھ نوٹس ملائکہ کی طرف رہ گئے تھے آج وہ اپنی  
 نہیں لائی تھی تو اس لیے ہم اربان کے ساتھ  
 گاڑی میں گئے تھے۔“ جھوٹ بولتے ہوئے اس نے  
 زبان لڑکھڑاہی تھی۔

”چلو ٹھیک ہے پھر۔ اور بڑھائی کیسی جا رہی ہے؟“  
 ”اے یون پاپا۔“ اب وہ مطمئن ہو گئی۔

\*\*\*

ساتھ ڈرائنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی منہ پر کولا  
 لگا رہی تھیں۔

”آج آپ بہت چپ چپ ہیں۔“ وہ اپنے  
 فاسخ ہونے کے بعد ان کی طرف آئیں تو بیٹہ  
 سے ٹیک لگائے وہ کسی غیر مرئی نکتے کو دیکھ رہی  
 ”کیا بات ہے؟“

"ہوں" تم نے کچھ کہا؟ وہ ہڑبڑا کر ان کی طرف متوجہ ہوئے جو تشویش بھرے انداز میں انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"آپ پریشان سے لگ رہے ہیں؟"  
"سائہ! نرم کا یہ آخری تعلیمی سال ہے۔" وہ کہتے کہتے رک گئے جیسے جھجک رہے ہوں۔  
"تو پھر کیا ہوا؟"

"سائہ! مناسب وقت پہ نرم اپنے گھر کی ہوجائے تو اچھا ہے۔"

"ہاں میں بھی سوچ رہی تھی کہ نرم انگرام سے فارغ ہوجائے تو کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر اسے رخصت کر دیتے ہیں۔" وہ اس وقت ردا جی ماں کی طرف لگ رہی تھیں۔

"اب تک جتنے بھی رشتے آئے ہیں میں ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں ورنہ خلوں بھٹی لے بھی اپنے بیٹے کا پر پونل دیا ہے مجھے۔" انہوں نے اپنے ایک کاروباری دوست کا نام لیا۔

"آپ سے ایک بات کہوں مگر ڈر لگتا ہے کہ شاید آپ کو برا لگے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو سائہ! کیا اب بھی ہمارے رشتے میں کوئی کمی ہے جو مجھے تمہاری بات بری لگے گی۔"

"ارے نہیں اصل میں لاہور میں عثمان بھائی ہیں نا وہی خدیجہ آپا کے شوہر۔"

"ہاں ہاں عثمان صاحب سے میری ملاقات ہوتی رہی ہے مختلف موقعوں پر۔" تیمور صاحب کو خوب اچھی طرح یاد تھا۔

سائہ اپنی سب سے بڑی بہن اور ان کے شوہر کا ذکر کر رہی تھیں۔

"جی جواہر فورس میں اسکو اردن لیڈر تھے ان کے دو ہی بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا تو تعلیم مکمل کر کے بہت اچھی پوسٹ پہ ہے اور چھوٹا شاید ہماری نرم کا ہی ہم عمر ہو پڑھ رہا ہے اگر آپ کو پسند ہو تو میں آپا اور عثمان بھائی سے بات کروں۔ بلکہ یوں کریں پہلے آپ لڑکے

سے مل لیں اگر آپ کو پسند ہو تو اس کے بعد میں خود اپنا اور ان کے شوہر سے بات کروں گی۔"

"مفتنک یو سوچ سائہ! تم نے تو میری بہت مشکل حل کر دی ہے۔ تم اللہ کا انعام ہو پھر مجھے شہت جذبہ سے تیمور کی آواز بھرا گئی۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ میری ساری باتیں بھول کر رہ گئی ہیں۔" وہ جتنا آپ اس کے لیے پریشان ہونے لگی تھی اسی لمحہ ہوتی ہوں۔ خدیجہ کیا کی ساری ساری باتیں بھولی ہوئی ہے اور ان کے بیٹے بھی بہت اچھے ہیں۔

اگر نرم مان جاتی ہے تو اچھی بات ہے۔ میرے دل میں یہ بات پہلے سے تھی مگر رڈنی تھی کہ آپ کو نرم کو برا نہ لگے۔" وہ سانس کوئی سے بولیں۔  
"سائہ! نرم کی فکر نہ کرو۔ میں سب جانتا ہوں۔"

اس کا رویہ تمہارے ساتھ بہت خراب ہے۔ میرے لاڈ نے اسے بگاڑ دیا ہے۔ مگر سب کچھ جانتے ہوئے بھی میں تم سے ریکوٹ کرتا ہوں کہ پلیز نظر انداز کر دیا کرو ایک دن تمہاری محبت اور خلوص کا احساں ضرور ہو گا۔"

"تیمور! آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں پلیز۔" انہوں نے کہا۔  
"کیس۔ میں نرم کے مزاج سے واقف ہوں۔"

اللہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔"  
"تم بہت اچھی ہو سائہ!" وہ اسے منوں منوں سے دیکھ رہے تھے۔ سائہ کے ہاتھ ان کے ہاتھ چمک رہے تھے۔

"نرم! مان جائے گی نا!"  
"کیوں نہیں مانے گی یہاں اس کی ضد نہیں کی۔"

ان کا انداز درشت سا تھا۔  
"پھر بھی تیمور! سختی سے بات نہیں بنے گی۔"

پتا ہے میں یہ نہ ہوا اور بھی تنفر ہو جائے۔ وہ مجھے "تم سنشن نہ لو۔ کبھی کبھی سختی کرنی پڑ جاتی ہے۔" مان جائے گی۔ کسی روز لڑکے کو انوائٹ کر دیا۔  
بتا رہی تھیں کہ وہ اسلام آباد میں ہی ہے آج کل۔  
"جی ہاں۔ خدیجہ آپا سے میری بات ہوئی۔"

وہ بتا رہی تھیں کہ سلیمان کی پوسٹنگ یہیں ہوتی ہے۔ میں کل فون کروں گی سلیمان کو پھر کوئی دن رکھ لیں گے۔"

"وہو! جیسا مناسب سمجھو میں نے یہ حائل نہایت پر دل دیا ہے۔" وہ مطمئن سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

اور سارا اندر تک شانت ہو گئیں کیونکہ تیمور نے ان کے لیے کھنی چھاؤں سے بھی پرہیز کر تھا۔

سائہ تیمم کی آواز سن کر سلیمان کو خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی۔ ان سے ملاقات کم کم ہی ہوتی تھی۔ آخری بار سلیمان ان سے اپنے ماموں زاد طلحہ کی شادی پہ ملا تھا۔

"کیسے ہو؟"  
"میں تو ٹھیک ہوں۔ آپ نے مجھے کیسے یاد کر لیا۔"

"ہاں نہیں یاد دہانی کرانا تھی کہ تمہاری اکلوتی فلا اسی شہر میں ہوتی ہے۔ اس اتوار کو ہمارے ساتھ آکر کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔" سائہ بہت مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"خالہ جی! اس ویک اینڈ کو میں لاہور جاؤں گا۔" اسے ملنے وہاں سے واپسی پر کسی بھی دن آپ کی طرف آجاؤں گا۔ لچ یا ڈنر کا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پلو ٹھیک ہے۔ گھر سے ہو آؤ پھر جب بھی فری ہو مجھے بتانا پھر میں تیمور کو بھی بتا دوں گی تاکہ گھر پر رہیں۔"

"ہاں جی ملاقات ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے جو آپ کی مرضی۔" سلیمان سعادت مندی سے بولا تو سائہ خوش ہو گئیں۔

یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا تھا۔ انہوں نے تیمور صاحب کو بھی بتا دیا۔ تو وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے۔

آج سلیمان ان کے گھر آ رہا تھا۔ سائہ خود کچن میں

ساجدہ کے ساتھ ڈشز بنوا رہی تھیں۔ سائہ نے ایک دن پہلے ذرا ٹنگ روم کے پردے وغیرہ حلوائے تھے اور سب کچھ صاف کر دیا تھا۔ سینک بیدلی گئی تھی۔

نرم سب چیل چیل دیکھ رہی تھی مگر ابھی تک اس نے کسی سے پوچھا نہیں تھا۔ پھر آج تیمور صاحب جی آفس سے جلدی آگئے تھے۔ سائہ کو تو وہ اس قابل سمجھتی ہی نہیں تھی کہ کچھ پوچھے البتہ ان سے پوچھنے میں حرج نہیں تھا۔

"ایا! کوئی مہمان آرہے ہیں؟" وہ وقت گزاری کے لیے نیوز چینل دیکھ رہے تھے۔ اس کے سوال پہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔  
"جی جیٹا! مہمان آ رہا ہے۔ آپ کی ماما کا بھانجا ہے۔" وہ خوش دلی سے بولے۔

نرم کا رواں رواں جل اٹھا۔ کیونکہ اس کی مگی خالہ تھی ہی نہیں۔ اس کی ماما اکلوتی تھیں۔ تو یقینی طور پہ یہ سائہ بیگم کا رشتہ دار تھا۔ جتنی جز اور نفرت اسے سائہ سے تھی اتنی ہی سائہ سے وابستہ ایک ایک چیز اور رشتے سے تھی۔

"وہ غصے سے اٹھ آئی اور اپنے کمرے میں آکر تیار ہونے لگی۔ آنا" فنا" اس نے فیصلہ کیا تھا ثروت پھوپھو کی طرف جانے کا۔ کیونکہ سائہ بیگم کو یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ تمہارے رشتہ داروں کی میری نظر میں کیا اوقات ہے۔ پھر تیمور صاحب کے علم میں لائے بغیر وہ ڈرائیور کے ساتھ باہر نکل آئی۔ روشن اسے چھوڑ کر آیا تو انہیں پتا چلا کہ نرم گھر پر نہیں ہے۔ تیمور صاحب نے بمشکل غصہ ضبط کیا تھا اور اس کا موقع بھی نہیں تھا کیونکہ سلیمان آچکا تھا۔

لسا جوڑا کٹرل سایہ نوجوان انہیں بہت اچھا لگا تھا۔ دوران تعلیم سلیمان ہوشل میں رہا تھا۔ اسی لیے تیمور کا اتنا زیادہ ملنا ملنا نہیں تھا۔ اور آج تو وہ اسے کسی اور ہی نظر سے دیکھ رہے تھے۔

ورزشی جسم کا مالک، چمکتی برتاؤ نگاہیں، جاذب نظر سراپے کے مالک اس پر کشش سے نوجوان کو نرم پائندہ گری نہیں سکتی تھی۔ سائہ نے خاصا اہتمام کیا

ہوا تھا۔ سلیمان کے نہ نہ کرنے کے باوجود تیمور ہروش خود اسے پیش کرتے رہے۔ کھانے کے بعد سلیمان اجازت لے کر نکلا تو سارہ نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

”کیسا لگا آپ کو سلیمان؟“

”بہت اچھا ہے۔ سچ پوچھو تو میں نرم کے لیے ایسے ہی نوجوان کی آرزو کر رہا تھا۔“ خوشی ان کے لیے سے چٹک رہی تھی۔

”کتنا اچھا ہو تا نرم بھی سلیمان سے مل لیتی۔“

”آپ فکر نہ کریں ایسا موقع پھر آجائے گا میں آپ سے بات کرتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے میں ذرا لان میں واک کر کے آتا ہوں۔“

تیمور قصداً ہی باہر رک گئے تھے۔

سارہ نے بڑے سہاؤ سے بات کی۔ آج تک انہوں نے اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس بات کی ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ نرم کا رویہ ان کے ساتھ بہت برا ہے وہ انہیں دشمن سمجھتی ہے اور دشمنوں کا سہی سلوک کرتی ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو کبھی نہیں چھیڑا تھا۔

”تبا! نرم بڑھی لکھی ہے آج کل کی لڑکیوں والی فضول شوخی بھی نہیں ہے اس میں۔ پھر کچھ عرصہ پہلے جب میں اسے ساتھ لائی تھی تو آپ نے دیکھا ہی ہو گا۔ اب تو بڑی ہو گئی ہے۔ خوب صورت ہے۔“

سلیمان کے ساتھ جوڑی خوب سج گئی۔

”ٹھیک ہے میں عثمان سے بات کروں گی جو بھی ہو پھر تمہیں بتاؤں گی ایک دو دن تک۔“ خدیجہ آپا کا جواب حوصلہ افزا تھا۔

\*\*\*

خدیجہ اور عثمان اسلام آباد آگئے تھے۔ شام کو وہ تیمور صاحب کی طرف آرہے تھے نرم کو دیکھنے۔ سارہ نے تیمور کو آگاہ کر دیا تھا۔ تیمور صاحب نے ان کی آمد کے بعد نرم کو ڈرائنگ روم میں بلوایا۔ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ آنے والے مہمان

اپنے بیٹے کے لیے دیکھنے آئے ہیں۔

یونیورسٹی سے آتے ہی عیند نے آدو چاٹھوہ مھوڑی در پہلے ہی انہی تھی جب پاپا کا پیغام ملا۔ اس نے تیمور صاحب کی خطوں میں وارنٹک تھی۔ نرم بیچان گئی تھی کہ یہ سارہ بیگم کے رشتہ دار ہیں۔ مگر اپنی دل نفرت اس نے چہرے عیاں نہیں ہونے کی تھی۔

خدیجہ اور عثمان کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ انہیں نرم بہت پسند آئی ہے۔ جب ہی تو جاتے وقت خدیجہ نے نرم کے ہاتھ پر چمپے رکھے تھے اور گلے گلے پیار بھی کیا۔ نرم کو وال میں ہمہ کلا لگ رہا تھا مگر اس تک ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا تھا ورنہ وہ طوفان کھڑا کرتی۔

\*\*\*

سلیمان آفس سے آکے یونیفارم تبدیل کر کے خدیجہ اور عثمان صاحب کے پاس آ بیٹھا۔ عثمان سے وہ مسلسل بیٹے۔ شادی کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے اور وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال دیتا تھا۔ خدیجہ نے تو صاف طور پر اس بار دھمکی دی تھی اور سلیمان نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

”ہمیں تیمور بھائی کی بیٹی بہت پسند آئی ہے۔ میں اس سے شادی کر کے چھوٹی سوتلی بہن بن جائوں۔“

وہاں سے فٹکشن کریں گے۔“ وہ سلیمان کی طرف جاتا چادر ہی تھی۔

”مما! جو آپ کی مرضی کریں۔“ وہ لاپرواہی سے بولا۔

اور پھر آنا ”فانا“ سب کچھ ہوا تھا۔ لاہور سے واپس بھی آچکا۔ سلیمان کے دادا جان حیات تھے وہ اور اس کے انھیال سے لوگ تھے۔ دہاسوں اور ان بیویاں۔ سارہ نے نرم کی انگوٹھی اور کپڑوں کا پیسہ بھجوا دیا تھا۔

اور نرم کا برا حال تھا۔ اسے یقین تھا کہ سارہ

اسے انتقام لینے کے لیے اپنی بہن کے بیٹے سے بیاہ رہی تھیں وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ وہ ایسا نہ ہونے دے۔

سارہ نے کپڑے اس کے بند پہ رکھے مگر نہیں دیکھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ساتھ روم سے پانی گرم کرنے کی تہاڑ آ رہی تھی۔ کل سے نرم بالکل چپ تھی یہ ”نہ“ خانی لوفان کا پیش خیمہ تھی۔ اور ہوا بھی تھی۔

”نرم! کپڑے پہن کر تیار ہو جاؤ ابھی سب آنے والے ہیں رسم کرنے۔“ جو بھی وہ ہاتھ روم سے باہر آئی۔ سارہ بیگم بند پہ رکھے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ ”بہن میں جاؤ کم اور تمہارے کپڑے۔“ لے کر چلی جاؤ ان سب کو۔“ نرم نے کپڑوں کا گولہ سا بن کر زمین دے مارا۔ غصے کی شدت سے وہ بالکل پاگل ہو رہی تھی۔

اس کی اونچی آواز کمرے کی حدود پار کر کے تیمور صاحب تک پہنچ گئی۔ ”میں کسی قیمت پر بھی تمہاری تمھیا فیملی میں منتقلی نہیں کروں گی۔ گھر سے بھاگ۔“

چناخ چناخ پے در پے طمانچوں کی آواز ایک نہایت ابھری۔ تیمور صاحب اس کا یہ لہجہ و انداز دیکھ کر ضبط کھو بیٹھے تھے۔

”سارہ! اگر یہ سب مجھ سے کتنی تو میں جھوٹ سمجھتا مگر آج میں نے خود دیکھ اور سن لیا ہے اب صرف تمہاری نہیں نکاح ہو گا۔ سن لو تم اور ہاں میں تمہارے انداز کی صورت میں تمہیں قتل کر کے زندہ زمین میں گاڑ سکتا ہوں یہ منظور ہے مجھے۔“ نرم ان کا دھکا لگنے کا دباؤ سے نہیں بھری تھی۔ آنکھوں اور دل طوفان میں مجھد ہو گیا تھا گویا۔

اس کے بعد نرم کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ اس نے میکا کی انداز میں سارہ کے لائے کپڑے پہنے کپڑے بدلنے کے بعد وہ اسی انداز میں سارہ کے مائے آئینہ۔ میک اپ کروانے۔ طمانچوں کے نشان اس کے دونوں رخساروں پہ ثبت ہو گئے تھے جو گھر سے میک اپ کے بعد بھی ظاہر ہو رہے تھے۔

سارہ نے اس کا حل یہ نکالا کہ دوپٹے کا ٹکڑا تھک سارہ کر اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ اب کوئی دہپہ ہٹا کر غور سے دیکھتا تو نظر آتا۔

وہ بالکل خاموش تھی۔ باپ سے تھپڑ کھانے کے بعد گویا وہ کسی طلسم کے اثر آگئی تھی۔ تیمور صاحب کو نرم کے جارحانہ تیروں سے خوف آنے لگا تھا۔ تب ہی انہوں نے نرم کا نکاح کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس معاملے میں سارہ ان کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے معقول اور خوب صورت دواز بنایا تھا۔ خدیجہ اور عثمان تو خوش ہو گئے تھے کہ اب پکا کام ہو گیا ہے اور رشتہ مضبوط ہو گیا ہے۔

بڑے آرام سے اس نے نکاح ٹائے۔ دستخط کر دیے۔ ڈرائنگ روم کی فضا مبارک مبارک کی آواز سے گونجنے لگی۔ نکاح ہو چکا تو سب سے پہلے ریان اٹھ کر نرم کی طرف آیا۔

”میں اپنی بھابھی کو دیکھنے لگا ہوں۔“ وہ سب کی طرف دیکھتے ہوئے بولا اور آہستگی سے نرم کا بھاری آنکھ اس طرح چہرے سے اٹھایا کہ اس کے سوا کسی اور کو نرم کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

”میں نرم کو کمرے میں لے کر جا رہی ہوں۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سارہ اسے اٹھا کر کمرے میں لے گئیں۔“

سلیمان دکن کے ٹیم۔ چونک سا گیا تھا۔ ”نرم! یہ ٹیم اس کی یادداشت میں محفوظ تھا۔ اتفاق کی بات ہی تھی کہ جو لڑکی ابھی کچھ دیر پہلے اس کی منکوحہ بنی تھی اس کا ٹیم بھی یہی تھا۔

نکاح کا پروگرام چونکہ اچانک بنا تھا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ممکن کرتے کرتے نکاح ہو جائے گا۔ کسی نے تصویریں بھی نہیں لی تھیں۔ صرف سارہ بیگم کی ایک بھابھی نے اپنے سیل فون کے کیمرے سے کچھ تصویریں لی تھیں جس میں نرم کھو نکھٹ میں چھپی ہوئی تھی۔

سلیمان کے دل میں اچانک ہی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ اپنی منکوحہ کو دیکھے جبکہ سارہ بیگم اسے

یہاں سے لے جا چکی تھیں۔ اس کی یہ خواہش جائز تھی کیونکہ نکاح جو ہو چکا تھا اب تو اعتراض کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

ساتھ دس بارہ منٹ بعد ذرا تنگ دم میں واپس آئیں۔

”نریم کی طبیعت کل سے خراب تھی اور آج بہت تیز بخار بھی ہے اسے۔ میں نے کہہ دیا ہے تھوڑی دیر کمر سیدھی کرلو۔“ سب کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں انہوں نے بتایا۔

”خالہ! آپ سے ایک بات کرنی ہے۔“ تیمور صاحب اپنے سسرالی رشتہ داروں سے بات چیت میں مگن تھے جب سلیمان نے انہیں مخاطب کیا۔

”کیا بات ہے؟“ وہ ٹھنک سی گئیں۔

”میں نے ابھی تک اپنی منگولہ کو نہیں دیکھا ہے۔“

اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک نظر دیکھ دوں۔“

”ہوں اس میں حرج تو نہیں ہے مگر وہ سوری ہے۔“

”کوئی بات نہیں میں اٹھاؤں گا نہیں۔“ پہلی بار

سلیمان کی لہجے میں شوخی سی محسوس ہوئی۔

”چھا آؤ میرے ساتھ۔“ اسے اللہ میری مدد کرنا۔

بھرم رکھ لینا۔“ دل ہی دل میں انہوں نے دعا کی تھی۔

گھرے میں زیر و پاؤں کا بلبل جل رہا تھا۔ نریم سرخ موڑے سوری تھی۔ اس نے کپڑے بدلنے کی بھی

زحمت نہیں کی تھی اسی طرح آکر لیٹ گئی تھی۔

”آؤ۔“ سائرہ نے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

نریم کا سارا وجود کمر میں ملفوف تھا سوائے چہرے

کے۔ وہ بھی ایک ایک سائڈ اس کا ہاتھ تھا اور رخسار

کا وہ سراحتہ ہیکے کی طرف تھا۔ اگر اسے دیکھنا کہا جا

سکتا تو سلیمان نے دیکھ لیا تھا۔

وہ ناشتا کیے بغیر بیک اور جرتل اٹھا کر یونورشی

جانے کے لیے نکل رہی تھی جب سائرہ بیگم نے پیچھے

سے آواز دی۔ نریم گاڑی کے قریب پہنچ گئی تھی۔

”نریم! ناشتا کر کے جاؤ تیار ہے۔“ سائرہ بیگم اس کے پیچھے ہی آگئی تھیں۔ جواباً وہ کچھ بھی نہ بولی اور خاموش سے انہیں دیکھنے لگی۔

اس کی یہ خاموشی زہریلی سرد نگاہیں سائرہ کو اندر زبردستی

اندر توڑ دیتی تھیں۔ اس دن کے بعد سے نریم سلیمان

تیمور اور سائرہ کے پاس بیٹھنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ نکاح کے بعد

بعد پانچ دن تو وہ یونورشی ہی نہیں گئی۔ ثانیہ ملائکہ

اور ماہ نور اس کا پتا کرنے گھر آئی تھیں۔ سائرہ نے بنیادی

غیر متوقع خبر سنائی کہ نریم کا نکاح ہو گیا ہے۔

تینوں اس سے خوب لڑیں۔ وہ خاموشی سے ڈانٹ رہی

سنتی رہی۔ سائرہ انہیں بٹھا کر خاطر مدارت کے لیے باہر

پکڑن کی طرف آئیں تو نریم نے انہیں کر دیا زہر مند کر دیا۔

دیا۔ تینوں کو ہی اس کی حرکت سے کس غیر متوقع واقعے

واقعے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ مگر نریم تھی کہ کچھ پھوٹ کر

ہی نہیں دے رہی تھی۔

”کیا کرتے ہیں موصوف اور کیا باجوہ؟“

”ہاں یہ اس کے چہرے پر کچھ کھوج رہی تھی۔“

”ہاں نہیں۔“ وہ لا تعلقی سے بولی تو تینوں ایک

دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئیں۔

پھر کتنی دیر وہ بیٹھی رہیں مگر نریم خاموشی سے

جھٹکائے بیٹھی رہی۔ ”ہوں ہاں سے زیادہ اس نے کوئی

لفظ پھوٹ کر نہ دیا۔“

سائرہ نے ہی سلیمان کے بارے میں مختصراً بتایا اور

وضاحت کی کہ جلدی کی وجہ سے وہ انہیں اتنا مشتعل

نہیں کر سکیں۔

”آئی! سلیمان بھائی کی کوئی تصویر ہے کہ ہم دیکھ

لیں۔“ یہ ماہ نور تھی جس نے ان دونوں کی بھی اپنی

خواہش کو الفاظ کا روپ دیا۔

”آئی جلدی میں یہ سب ہوا کہ کوئی موقع ہی نہیں

مل سکا۔ سلیمان جب آئے گا تو میں آپ سب کو

انوائٹ کروں گی۔ دیکھ لیتا اور مل بھی لیتا۔“ سائرہ نے

خوش دلی سے لکھی دی۔

اس کے باوجود بھی ان تینوں کے دل دماغ میں

سوالات مچل رہے تھے۔ نریم تو گونے کا گڑ کھا

بیٹھی تھی۔

”سائرہ! آئی کتنی مائوس ہیں نریم خواہ مخواہ ہی اتنی

نہت کرتی ہے ان سے۔“ واپسی پر ماہ نور نے ثانیہ

لے کر ہوا اس نے بھی تائید کی تھی۔

”دور اب بھی وہ سائرہ کو یونورشی کھڑا چھوڑ کر باہر نکل

گئی تھی۔“

سائرہ نے سر تھام لیا۔ یہ ضدی لڑکی جانے کیا کرتی۔

اس کا یہ رویہ یہ انداز اس پر کتنے دن بردبار رکھا

تھا۔ یہاں ابھی یہ حال تھا بعد میں جانے کیا کچھ کرتی۔

”یقیناً“ انہوں نے غلطی کی تھی تیمور صاحب کے

سامنے غدیجہ آیا کے بیٹوں کا ذکر کر کے۔ اب جو کچھ

بھی ہوتا لازماً قصور وار ٹھہرائی جاتی تھی۔

ابھی تک اس نے سلیمان کو دیکھنے کی خواہش کا

اظہار نہیں کیا تھا۔

”اے اللہ! نریم کو ہدایت دے۔“ سائرہ بیگم نے

دل کی گہرائیوں سے دعا کی تھی۔

لید ابھی تک منہ پھلائے بیٹھا تھا۔ سلیمان کا لازم

پہننے سمیت کھانے پینے کے مختلف لوازمات سامنے

دسری ٹیبل پر رکھ گیا تھا مگر اس نے نظر اٹھا کر نہیں

دیکھا تھا۔

”تم نے مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔“ اس نے

تیمور بار شکایت کی۔

”مجھے خود ہاں جا کر بتا چلا۔“

”اچھا ٹھیک ہو عیس مان لیتا ہوں۔ اب پی سی میں ڈنر

کراؤ۔“ وہ بالآخر لائن پر آئی گئی۔

”ٹھیک ہے کر لیتا ڈنر بھی۔“

”میں اکیلا نہیں کروں گا۔“

”تو پھر کیا ارادہ ہے؟“

”تم اور بھابھی بھی ساتھ ہو گے میرے۔“

”یار! یہ شاید مشکل ہے۔“

”کیوں؟“ اس کے سوال پر سلیمان خاموش ہو گیا۔

کتنی عجیب بات تھی۔ اس کا ایک ان دیکھی لڑکی

تے نکاح ہو چکا تھا اور اسے ابھی تک اپنی ہی منگولہ

نے ہارے میں سوائے نام کے کچھ اور بتا نہیں تھا۔

”ٹھیک ہے میں خالہ اور تیمور انکل سے اجازت

لے کر تمہیں بتاؤں گا۔“

”اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔“ ولید

جزبر ہو کر بولا۔

”صل میں یار! تیمور انکل کی میری خالہ کے ساتھ

دوسری شادی ہے اور نریم انکل کی پہلی بیوی سے

بچہ ہمارا اتنا آتا جاتا نہیں ہے نکاح بھی بہت جلدی

میں ہوا ہے۔ تیمور انکل کی طرف سے بھی چند قریبی

رشتہ دار شریک ہوئے اور ہماری طرف سے

بھی۔ اور ابھی تک میں نے نریم کو ٹھیک طرح سے

دیکھا بھی نہیں ہے۔ تو؟“ ولید اس کی ادھوری

بات کے جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکا تھا۔

یونورشی کے اس الگ تھلگ سے گوشے میں

ملائکہ کے ساتھ بیٹھی نریم کی سسکیاں ابھی بھی سنائی

دے رہی تھیں۔

”آئی بڑی ٹریجڈی ہو گئی تمہارے ساتھ جیسے تم

کوئی گائے بکری ہو۔“ اس ایک سو صدی میں

بھی۔ ”ملائکہ! اس کے دکھ میں شریک نہ کی۔“

”تم دیکھنا میں سائرہ بیگم کی پلاننگ کا کیا مشر کرتی

ہوں۔ میں اس عورت کی چال کو اچھی طرح پہچان گئی

ہوں۔ پہلے اس نے میری مہمانی جگہ لی پھر بھلا گواہی

دہی میں کیا اور اب اپنے بھلنے سے نکاح کر کے

میرے پیار کو چاروں خانے چت کر کے کمزور کرنا چاہتی

ہے۔ وہ اپنے خاندان کے ذریعے مجھ سے انتقام لینا

چاہتی ہے کیونکہ میں اس کی جھوٹی محبت اور چالوسی

میں جو نہیں آئی پھر بھلائی ساری جائیداد کی مالک بھی

میں ہوں۔ وہ مجھ سے یہ جائیداد ہتھیانے کے چکر میں

ہے صرف اسی کی وجہ سے پیانے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ اسی

نے پیار کو سکھایا ہو گا تب ہی وہ اتنا جلدی یہ سب کرنے پر

تیار ہو گئے۔ ورنہ وہ تو اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے کہ



میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ مجھ سے یوں ہاتھ اٹھائیں گے۔ اتنی بے دردی سے ماریں گے۔ ”نریم کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی تھیں۔

”جو تمہاری پروا نہیں کرتا تم بھی اس کی پروا نہ کرو اور یوں رو رو کر خود کو کمزور نہ کرو۔ اتنی فالتو نہیں ہو تم مائی ڈیئر!“ ملائکہ نے اس کے ہاتھ تمام کر بھر پور انداز میں تسلی دی تو اس کے لبوں پہ ہنسی تھکی سی مسکراہٹ آکر دم توڑ گئی۔

”اچھا تم نے سائہ آنٹی کے بھانجے کو دیکھا ہے؟“ ملائکہ نے قصداً یہ ذکر چھیڑا تھا۔

”نہیں۔ میں نے نہیں دیکھا۔“ اس نے صاف گوئی سے کام لیا۔

”ہوں“ آنٹی بتا رہی تھیں کہ پولیس ڈپارٹمنٹ میں ایک اہم پوسٹ پر ہے۔ پولیس والے تو ویسے بھی بڑے خطرناک ہوتے ہیں ایک نمبر کے کرپٹ اور لوز کیریئر۔ حیرت ہے کہ تیمور انکل نے بھی اس رشتے پر اتنی جلدی ہاں کر دی۔ تم ٹھیک کہتی ہو کہ سائہ آنٹی نے تم سے انتقام لینے کے لیے اپنے بھانجے کے لیے تمہیں باندھا ہے۔“ وہ اس کے شک کو یقین میں بدل رہی تھی۔

”اچھا رخصتی کب تک ہوگی؟“ ملائکہ نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

”ایگزام کے بعد۔“ نریم سر بے حس لہجے میں بولی۔

”پھر کیا سوچا ہے تم نے؟“

مجھے کیا سوچنا ہے۔ اسٹیج تو پہلے ہی تیار کیا جا چکا ہے میرے سوچنے یا نہ سوچنے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ وہ پھر سے خود ترسی کی کیفیت کا شکار ہونے لگی تھیں۔

\*\*\*

تیمور صاحب جلدی گھر آ گئے تھے۔ فریش ہو کر باہر آئے تو سائہ چائے لیے بیٹھی تھیں۔

”نریم کہاں ہے؟“ انہوں نے پوچھا۔

”اپنے کمرے میں ہے۔ سلیمان کافون آیا تھا وہ نریم کو باہر لے جانا چاہ رہا ہے تھوڑی دیر کے لیے۔“ آپ کی اجازت سے۔“ انہوں نے پیالی میں چائے اندیل کر ان کی طرف برحقائی۔

تیمور صاحب خاموش سے ہو گئے۔ سائہ کی طرح ان کو بھی بیٹی کے جارحانہ تیوروں سے اندیشہ تھا کہ وہ معاملات میں بگاڑ نہ آجائے۔

”سائہ! تم سلیمان کو تھوڑا سا سمجھا دو نریم کے بارے میں سوہ آرام آرام سے سب سمجھ جائے گی۔ میں اور کیا سختی کروں۔“ انہوں نے نگاہیں چمکائی تھیں۔

سائہ بیگم نے ٹھنڈی سانس لی۔

”میں پھر سلیمان سے کیا کہوں؟“ انہوں نے تیمور صاحب کے چہرے پر نگاہیں جمادیں۔

”چلو ٹھیک ہے، لے جائے وہ بے شک نریم کو۔ اس میں حرج ہی کیا ہے آخر کو وہ نریم کا شوہر ہے مگر۔“ مگر کے بعد انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

اس ادھوری بات کا مطلب سائہ بھی اچھی طرح سمجھتی تھیں اور انہی کی طرح پریشان تھیں کہ نریم نے کچھ الٹا سیدھا بول دیا اور جواباً ”سلیمان برواشت کر سکا اور یہ تعلق جو انہوں نے نریم کی بہتری کے لیے جوڑا ہے ٹوٹ گیا تو؟ کیونکہ نریم سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچوں میں گم تھے۔

چائے پی کر تیمور نریم کے کمرے میں چلے گئے۔ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر کسی بھی قسم کے رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ ان کا دل کٹ سا گیا وہ غیروں کی طرح ری ایکٹ کر رہی تھی۔ وہ بھی اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔

”نریم بیٹا! میرے پاس آؤ۔“ وہ سرک کر دھڑکی۔

”ناراض ہوا بھی تک؟“

”جی نہیں۔“ وہ خشک لہجے میں بولی۔ ”میں“

آپ کی ضد پوری کردی ہے آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ "وہ ایک ایک لفظ کو جیسے کچل رہی تھی۔

"نہیں! خدا آگواہ ہے کہ اس دنیا میں میں نے سب سے زیادہ تمہیں چاہا ہے اور تمہاری بہتری کے لیے ہی تمہارا نکاح سلیمان کے ساتھ کیا ہے۔ وہ اچھا مذہب نوجوان سے ریفائنڈ قسم کا۔ میں تمہارے لیے سلیمان جیسے ہی لڑکے کی تلاش میں تھا اور میری خوش قسمتی کہ وہ مجھے سارے کے خاندان میں ہی مل گیا۔ سارے خال۔ ہے اس کی اور اچھی طرح جانتی ہے اسے۔ ایک آئیڈیل لڑکا ہے سلیمان ہر لحاظ سے۔ میں نے اپنی طرف سے ایک بہترین فیصلہ کیا ہے اور بہترین شریک حیات چنا ہے تمہارے لیے۔ بلی۔ بانی تم پہ جو میرا ہاتھ اٹھا ہے اس کی جتنی توجہ دیتی تھی میرے دل سے نہیں جاسکے گی نہ میرا پیچھا کروں گا۔"

وہ بولتے بولتے رک گئے کیونکہ جذبات کی شدت سے ان کا لہجہ بھرا گیا تھا۔ وہ محسوس کی تھی جیسے اس کی جگہ وہ دیواریں سے مخاطب ہوں۔

"سلیمان تمہیں باہر لے جانا چاہ رہا ہے۔ تیار ہو جانا اور میری عزت کا بھرم رکھ لینا۔" تیمور کے انداز میں ایک دبی دبی سی التجا تھی جسے محسوس کر کے نرم کے لبوں پر زہر آلود مسکراہٹ آگئی۔

"خوب اپنی عزت اور انا کا کتنا خیال ہے اور میں تو جیسے پتھر ہوں جس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا جیسے میرے جذبات ہی نہیں ہیں میں بے حس تو نہیں ہوں مٹی کی مورت تو نہیں ہوں جس پر آپ کے سم کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ کیوں سارے بیگم نے اپنے خاندان میں مجھے پھنسا دیا ہے مگر کیا آپ کیوں نہیں سمجھتے کیوں اس کی باتوں میں آگئے ہیں۔ میری زندگی عذاب ہو جانے کی مگر کوئی نہیں سمجھتا جو میں محسوس کر رہی ہوں۔" وہ دل میں ان سے شکوہ کنایہ تھی مگر لب پر چپ کا قفل تھا۔

"سلیمان اچھا لڑکا ہے۔ ملوگی تو خود ہی اندازہ ہو جائے گا اور جو کسر رہ گئی ہے میں تمہاری شادی میں

پوری کردوں گا۔" ان کے الفاظ میں ایک باپ کے ارمان بول رہے تھے مگر بیٹی سمجھ کی حدوں سے اٹھتی ہوئی بدستور تھی۔

اپنی عمر نواہی پھر بھی بستی کے سب لوگوں نے مجھ کو یا تو پتھر سمجھا یا پھر مہم کی گڑیا!

وہی دی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ سارے نے سلیمان کا نمبر ایک کانڈ پر لکھ کر ابھی ابھی اسے دیا تھا۔ ملائکہ نے بھی سلیمان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اسی کی تجویز تھی کہ تمہارے ساتھ یہ زندگی ہوئی ہوگی ہے تو تم اسے صاف صاف بتا دو۔

"مجھے اس کے آفس یا گھر کا پتہ تو میں خود جا کر سب کچھ کہہ دیتی۔"

ملائکہ خوش سے بولی تو نرم نے بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔

"تم سارے آئی سے ایڈریس اور فون نمبر لو۔"

سارا معاملہ سیٹ کرتی ہوں۔" ملائکہ نے اسے بتا دیا تھا۔

اور آج نرم نے ہمت کر کے فون نمبر مانگ ہی لیا تھا۔

"شاید نرم کو عقل آگئی ہے۔" سارے کے خوش گمان دل نے ہمیشہ کی طرح مثبتی سوچا۔

نرم نے ہاتھ میں پکڑے کانڈ کو دیکھا اس نے اور گھر کے نمبر کے ساتھ ساتھ موبائل کا نمبر بھی لیا۔ اس نے سب سے پہلے موبائل پر۔ ڈائل کیا۔

چوتھی بیل پر۔ کال ریسیو کر لی گئی۔

"السلام علیکم" ایک عجیب سا دلکش آواز فون سے راستے اس کی سماعتوں تک پہنچی۔ نرم سے بولا۔

نہیں کیا۔

"ایسا۔" پھر آواز ابھری تو وہ ہمت کر کے بول ہی پڑی۔

"یہ موبائل کا نمبر ہے۔" اسے بروقت یہ نام سونپ دیا۔

"نہیں۔" ساتھ ہی دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

وہ فون کی اسکرین کو خلل الذہنی کے عالم میں دیکھنے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ ڈائل کیا تو اس کی کارڈ ریسیو نہیں کی گئی۔ جتنی جلد اس نے فون بستر پہ اچھل دیا۔

جس کانڈ پر فون نمبر لکھے تھے وہ بھی اس نے پڑے پڑے کر دیا۔

نویں ور شی سے واپسی۔ وہ ملائکہ کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی۔ کافی دن ہو گئے تھے وہ اس کے اپنے گھر نہ آنے کا شکوہ کر رہی تھی آج وہ کلاسز لینے کے بعد ہی اس کا دل اجاڑ ہو گیا تھا۔ تو ملائکہ نے گھر جانے کی تجویز پیش کی۔

"گپ شپ کریں گے ساتھ کوئی اچھی سی مووی دیکھیں گے۔"

"خجک ہے آؤ چلتے ہیں میں وہیں سے گھر فون کروں گی کہ روشن مجھے تمہارے ہاں سے پک کر لے۔" وہ مان گئی تھی۔

حسب معمول ملائکہ کی ماما گھر نہیں تھیں۔ اسے اپنے بند روم میں لے گئی اور ملازم سے کچھ کھانے کے لیے لائے کو کہا۔

"پھر ملاقات ہوئی تمہاری اپنے شوہر سے؟" باتوں باتوں میں ملائکہ کو یاد آیا تھا۔

لوہر نرم لفظ "شوہر" سن ہی ہو گئی۔ کتنا جھنجھٹا تھا۔ اس رشتے میں تعلق کو کتنا ہی ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتی مگر ایک حقیقت تھی کہ اب یہ اس کی پہچان تھی۔

"نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے ملنے کا۔" وہ تلخی سے بولی۔

"نرم ڈیر! تمہیں شوق ہو یا نہ ہو ملنے کا۔" انگریز امز کے بعد تمہاری اس کے ساتھ رخصتی ہو جائے گی۔" ملائکہ نے آئینہ دکھایا تو وہ چمک کر بولی۔

"کون کروانے کا رخصتی۔"

"تم اور کون؟"

"میں رخصتی نہیں کروں گی۔"

"انکار کر دے گی؟"

"بس یوں ہی سمجھ لو۔"

"صاف صاف کھل کے کہنا۔"

"تم اگر میرا ساتھ دو تو بات بن سکتی ہے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کے لجاجت سے بولی۔ "تم ایک اور ایڈو پنر بھی نوکرتا چاہتی ہو۔"

"ہاں وہ تو ہے۔" ملائکہ نے تائید کی۔

"تو مجھے کڈنپ کر لو۔"

"تم ہوش میں ہو۔" ملائکہ حیران رہ گئی۔

"میں سوچ سمجھ کر کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ کسی اغوا کی ہوئی لڑکی کو کوئی بھی اپنی عزت نہیں دیتا۔" وہ یوں بے خوفی سے کہہ رہی تھی جیسے اس کی جگہ کسی اور کڈ کر ہو رہا ہو۔

"اگر تیمور انکل کو خبر ہو گئی تو۔" ملائکہ تیزی سے سوچ رہی تھی۔

"نہیں پتا چلتا یا ر! پہلے بھی تو کسی کو خبر نہیں ہوئی تھی۔"

"مگر میں تمہیں کہاں رکھوں گی کیونکہ اب انیکسی خالی نہیں ہے۔"

"کیا اور کوئی جگہ نہیں ہے؟"

"ہے تو سہی مگر شاید تم پسند نہ کرو۔"

"بتاؤ تو سہی۔"

"یار! ارمان کا کوئی دوست ہے اس کا فلیٹ خالی ہے اور چالی ارمان کے پاس ہے۔" ملائکہ نے بتایا تو وہ سوچ میں ڈوب گئی۔

"رہسک لیا پڑے گا۔" پھر آہستہ سے بولی تھی۔

ارمان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ ملائکہ نے ابھی جو کچھ بتایا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔  
"بس چند دن نرم کو اوھر رکھنا پڑے گا۔"  
"صرف رکھنا ہی پڑے گا۔" ارمان نے معنی خیز انداز میں بات اوصوری چھوڑ دی وہ ملائکہ کی مرضی بھی جانتا چاہ رہا تھا۔  
"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ایسے مفت میں ہی ہم رہسک لے لیں۔" وہ تیز لہجے میں بولا۔  
"نرم کو رکھنے کا تاوان نہیں لیں گے کیا؟ آخر کو تو مولیٰ آسانی ہے۔ اکلوتی اولاد ہے اپنے باپ کی۔ لاکھوں روپے آسانی سے مل جائیں گے نہیں۔"  
"مگر نرم شاید اس بات کو پسند نہ کرے اگر ہم نے تاوان کی ضمانت کی تو۔"

"تو اس کے گھر والوں کو پتا کیسے چلے گا کہ وہ کتنی ہو گئی ہے۔ بھلا کوئی کسی کو کیوں اغوا کرے گا۔ پاگل تو نہیں ہو تم۔"  
"چھاپلو ٹھیک ہے۔ تاوان بھی مل جائے گا۔"  
"یہ ہوئی نہ بات۔" اب وہ خوش نظر آ رہا تھا۔  
"تو پھر میں نرم سے کیا کہوں؟"

"ایک دو دن تک بتاؤں گا سب انتظام کر کے۔" ارمان سر مستی کے عالم میں سیٹی پہ شوخ سی دھن بجا رہا تھا۔  
"ارمان! تم کب بات کرو گے اپنی ماما سے۔"  
ملائکہ کو کچھ یاد آ گیا تھا۔

"بہت جلد ڈیر ڈونٹ وری۔ تمہاری فرینڈ والا معاملہ ٹھیک ہو جائے تو میں ماما کو لے کر آؤں گا جلد ہی۔" بیش کی طرح ارمان نے یہی کہا تو وہ پھر مطمئن ہو گئی۔  
یوکرگرم کے مطابق نرم کو سب سے پہلے اپنا سیل

فون آف کرنا تھا۔ تیمور صاحب کو روشن گھر جا کر فون کی چھوٹی بی بی یونیورسٹی میں نہیں جس۔ تب ان کے سیل فون پہ کال کی جاتی جو یوکرگرم کے مطابق ہوتا۔ کچھ اور وقت گزر تا تو نرم کے پاس اس کی پوچھتے ہر ممکن جگہ پر اسے تلاش کیا جانا جملہ ان کے پائے جانے کے امکانات ہوتے۔ اس دوران ان کا خلاصہ نام ہو جاتا رات گزر جاتی جو تیمور اور سارا کانونوں پر بسر کرتے۔

پھر اگلے روز تیمور کو کال کی جاتی۔ نرم کی گولڈ سٹوائی جاتی اور پھر ایک بھاری رقم کا مطالبہ کیا جاتا۔ رقم کا انتظام کرنے میں کچھ تاخیر تو لگ ہی جاتا شاید ایک دو دن۔ اس کے بعد رقم وصول کرنے کے بعد نرم کو چھوڑ دیا جاتا۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ ارمان کچھ اور بھی سوچتا تھا۔ جو ملائکہ کو پتا نہیں تھا۔ ارمان کو نرم شروع سے ہی پسند تھی مگر جانے کیوں وہ اسے لفت نہیں کرتی تھی حالانکہ وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ سے صرف اسی کو لینے آتا تھا۔ اسی دوران ملائکہ سے بھی اس کی دوستی ہو گئی جو نرم کی قریبی دوست تھی۔ تب ہی نرم کے گھر اور ملائکہ کے بارے میں جو شرب تھی۔

ملائکہ دن بہ دن ارمان کے قریب آتی جا رہی تھی۔ دونوں کی فطرت ایک سی تھی۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ملائکہ متاثر نہ ہوتی۔

جب ملائکہ نے یہ روح فرسا خبر سنا لی کہ نکاح ہو گیا ہے بعد کی کہانی تو اسے جان ہی چکا تھا۔ اسے کیا چاہیے تھا۔ اس کے دوست کا لیت تھا چند دن نرم کو آسانی وہاں رکھا جاسکتا تھا۔ اور ان کی قریب سے فیض بھی اٹھایا جاسکتا تھا۔ ارمان سوچ لیا تھا کہ کیسے یہ سب کرنا ہے۔ بس ملائکہ فلیٹ سے چند گھنٹے دور رکھنا تھا۔ باقی پورا مشورہ تھا۔

بہت سے

مدش گاڑی اشارت کیے اسی کے انتظار میں تھا۔ نرم نے بڑی حسرت سے گھر کے دروازے کو دیکھا۔ وہاں ایک ہوٹ سی اٹھی۔ آج بھی اس نے ناشتہ کرنے میں ہی منگولیا تھا۔ گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو اس کا دل۔ اس میں پھر پھڑانے لگا دل دھڑکی کی شکست جاری تھی۔

یونیورسٹی میں پہنچنے کے دس منٹ بعد ہی ملائکہ نے اسے اپنے کا اشارہ کیا۔ ان کے درمیان یہ طے ہوا تھا کہ پہلے ملائکہ اور ارمان آکھٹے ٹکلیں گے اور اس کے بعد نرم ٹیکسی میں بتائی گئی مطلوبہ جگہ پہنچے گی تاکہ کسی کو بھی شک نہ ہو۔

نرم کو یونیورسٹی سے نکلنے کے چند منٹ بعد ہی خالی ٹیکسی مل گئی۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ٹیکسی والے نے اسے اس کے بتائے ہوئے گھر کے سامنے اتار دیا۔ اگر ایہ دے کر ٹیکسی والے کو فارغ کر کے نرم نے ملائکہ کو فون کر کے اپنے پہنچنے کی اطلاع دی تو اس نے خاموشی سے فلیٹ نمبر بتا کر اوپر آنے کو کہا۔

چند لمحوں بعد ارمان نے دروازہ کھولا۔ "ملائکہ کہاں ہے؟" اس نے نہ پا کر پہلا سوال اس کے لیوں پر آیا۔ "تھوڑی دیر کے لیے گھر گئی ہے ابھی آئی ہوگی۔" دروازے والی سے بولا تو نرم کی چٹھی جس نے گویا خطرے کی گھنٹی بجائی۔

"ہیٹھو میں کالی بنا کر لاتا ہوں۔" ارمان مطمئن تھا۔ ابھی بہت وقت تھا اپنے دل کے ارمان پورے کرنے کے لیے مگر نرم مطمئن نہیں تھی۔

جونہی وہ کچن میں گیا۔ نرم داخل دروازے پہ پہنچ گئی۔ دروازے میں چالی گئی ہوئی تھی وہ کھول کر باہر نکل آئی۔ بیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آگئی اور موبائل آن کر لیا جو یونیورسٹی پہنچنے کے بعد اس نے آف کر دیا تھا۔ دل کو سکون نہیں مل رہا تھا۔ مگر موبائل کچھ دیر بعد تھک ہو گیا کیونکہ اس نے کل سے اسے ری چارج

نہیں کیا تھا پاس سے ایک رکشہ گزر رہا تھا اس نے ہاتھ دے کر روکا اور گھر کا پتا سمجھانے کے بعد بیٹھ گئی۔ ایسا اس نے کیوں کیا تھا وہ خود بھی جاننے سے قاصر تھی۔

رکشہ والا اسے گھر کے سامنے اتار کر چلا گیا۔ جونہی وہ گیٹ سے اندر داخل ہوئی کریم بخش سے سلامنا ہوا جس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں پاس ہی ساجدہ بھی کھڑی تھی۔ پورے ٹیکو میں کوئی بھی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" اس کا مخاطب کریم بخش تھا۔ "بی بی جی! صاحب کی طبیعت اچانک صبح آفس جاتے ہی بگڑ گئی۔ بیگم صاحبہ نے آپ کے نمبر پر بار بار فون کیا مگر آپ کا نمبر بند تھا۔ پھر بیگم صاحب نے سلیمان صاحب کو فون کیا وہ آئے اور صاحب کو اسپتال لے گئے۔"

"کیا ہوا پاپا کو؟" کریم بخش بتا ہی رہا تھا کہ وہ چیخ پڑی۔

"چم نہیں مگر ان کی حالت بہت خراب تھی اپنا سینہ مسل رہتے تھے۔" یہ ساجدہ تھی۔

"کون سے اسپتال میں پاپا کو لے کر گئے ہیں؟" آنسو بے اختیار آنکھوں سے ابل پڑے تھے۔

"پتا نہیں چھوٹی بی بی! آپ فون کر کے پوچھ لیں۔" ساجدہ نے مشورہ دیا۔ جلدی جلدی اس نے سارا کا نمبر ڈائل کیا اور اسپتال کا پتا معلوم کیا۔

نرم انہی قدموں گیٹ سے باہر نکلی۔ کریم بخش اس کے ساتھ تھا۔

بہت سے

تیز تیز قدموں سے چلتی پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ استقبال پہ پہنچی نرس سے اس نے تیمور ملک کے بارے میں معلوم کیا اور پھر بتائے گئے وارڈ کی طرف برہہ گئی۔ وہ آئی سی یو میں تھے کریم بخش بھی اس کے ساتھ ہی چل رہا تھا۔

شہر کا ایک معیاری اور منجانبہ نیوٹ اسپتال تھا۔  
 روم نمبر 27 کے باہر سائہ اور ثروت پھوپھو دور سے  
 ہی نظر آئیں۔ سائہ بیگم کی سرخ آنکھیں اس بات کا  
 غماز تھیں کہ وہ روتی رہی ہیں۔ ثروت پھوپھو بھی از  
 حد پریشان تھیں۔  
 ”کیا ہوا ہے پیپا کو؟“ وہ دوڑ کر ان کے پاس پہنچی  
 تھی۔

”ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔“ ثروت کچھ کہتے کہتے  
 رک گئیں۔  
 ”اب جھیک ہیں تیمور پہلے سے۔“ آنکھیں پونچھ  
 کر سائہ بیگم نے اسے تسلی دی۔ مگر نرم کو چین کہاں  
 تھا۔

”اب کہاں ہیں پیپا؟“  
 ”اندر ہیں فی الحال انہیں دیکھنے اور ملنے کی اجازت  
 نہیں ہے۔ ان کی صحت کے لیے یہ مناسب نہیں  
 ہے۔“  
 شام ہو گئی رات سربر آگئی مگر وہ ابھی تک باپ کی  
 ایک جھلک بھی نہ دیکھ پائی تھی۔  
 سائہ نے سمجھا بجھا کر ثروت کے ساتھ نرم کو گھر  
 بھیج دیا۔

سلیمان صبح سے بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ تیمور صاحب  
 کے باقی رشتہ دار دوسرے شہروں میں مقیم تھے ایسے  
 میں سلیمان کا دم غنیمت تھا۔ ڈاکٹر عثمانی سے تیمور  
 صاحب کی طبیعت کا پوچھ کر وہ سائہ بیگم کی طرف آیا جو  
 اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

”خالہ! آئیں آپ کو گھر چھوڑ آؤں انکل رات کو  
 بھی آئی سی یو میں ہی رہیں گے کل ہو سکتا ہے کہ  
 روم میں شفٹ کریں۔ ایسے میں آپ کا یہاں رکنا  
 بے کار ہے۔ میں نے ولید کو بھی فون کر دیا ہے وہ  
 آجائے گا کچھ دیر تک۔ میں اور وہ ادھر ہی ہوں گے  
 اسپتال میں۔ ماما کا بھی فون آیا تھا پیپا کے ساتھ کل  
 آ رہی ہیں۔“ سلیمان نے ان کے شانے پر اپنا بازو دراز  
 کر کے خود سے قریب کر لیا۔

وہ ایک بیٹے کی طرح تسلی دے رہا تھا۔ سائہ کو یوں

لگ رہا تھا جیسے سلیمان کو ان کی نظریں لگ جائے گی۔  
 انہوں نے دل ہی دل میں اسے نظرد سے بچنے کی  
 پورے خلوص سے دی۔  
 ”میں آپ کو ڈراپ کر آتا ہوں۔“ ولید اسپتال  
 پہنچا تو سلیمان انہیں گھر چھوڑنے چلا گیا اور گیسٹ  
 ہی واپس ہو لیا۔

۲۶

دوسرا روز بھی گزر گیا۔ تیمور صاحب کی حالت  
 ہی تھی۔ جسم کے بائیں حصے پہ فالج کے اٹیک نے  
 کی حالت کو سیریس بنادیا تھا۔

خدیجہ اور عثمان صاحب بھی لاہور سے آ گئے تھے  
 روتی سسکتی نرم کو خدیجہ نے ساتھ لگا کر تسلی دی تو  
 شاید پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ سائہ کے کسی رشتہ دار کے  
 لیے اس کے دل میں نفرت نہیں ابھری۔

اسے اعتراف کرنا پڑا کہ سائہ بیگم کی بہن اتنی  
 بری نہیں ہیں۔ تیسرے روز تیمور صاحب کو روم میں  
 شفٹ کر دیا گیا۔ ان کی حالت پہلے سے بہتر تھی۔  
 سب گھر والوں کو تیمور سے ملنے کی اجازت تھی۔  
 سائہ بیگم اور ثروت پھوپھو کے ساتھ نرم بھی  
 میں داخل ہوئی جس میں تیمور کو کچھ دیر پہلے  
 گیا تھا۔ سلیمان ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

”پیپا! آپ جھیک ہیں ناں۔“ وہ بے تابی سے  
 ہوئے بیڈ پہ لیٹے تیمور صاحب پہ جھک گئی اور ان کے  
 ماتھے اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔  
 آنکھ میں آئے آنسوؤں کو اس نے بمشکل  
 تیمور صاحب دواؤں اور انجکشن کی وجہ سے

میں تھے۔ وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی۔ سلیمان  
 آہستگی سے اس کا بازو پکڑ کر تیمور انکل کے  
 اے رے کیا۔

”پلیز ٹیک اٹ ایزی۔“ وہ غصے سے پٹی  
 اس پر نظر پڑی تو آنکھیں حیرت سے پھیل  
 کھل گئے کچھ بے معنی سے الفاظ بھی لبوں کی  
 سے آزاد ہو گئے۔



اس چہرے کو وہ تبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ اس اثناء میں سائہ بیگم بھی بیڈ کے قریب پہنچ گئی تھیں۔  
 "سلیمان! کیسی طبیعت ہے اب ان کی۔" سائہ بیگم نے پوچھا۔ نرم کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ گھر سے باہر نکل آئی۔

مدد شکر کہ سب تیمور صاحب کی طرف متوجہ تھے کوئی بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ مگر یہ صرف اس کی غلط فہمی تھی۔ جس نے دیکھا تھا کہ لیا تھا اور اچھی طرح دیکھا تھا۔ طویل راہداری کے آخری سرے تک اکا دکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔ نرم دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ سو فی صد وہی تھا بالکل وہی جس کی آنکھوں پہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کپڑا باندھا تھا اور جس نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھا تھا۔ لوہے کے ڈھکن جیسا مضبوط ہاتھ۔ تو یہ تھا سلیمان۔"

"مگر اس نے مجھے پہچان لیا اور پاپا کو پتا چل گیا تو؟" پہلے ہی ان کی طبیعت خراب ہے یہ سن کر تو برداشت نہیں کر سکیں گے۔

اور آج جو حماقت میں کرنے چلی تھی۔ ان اگر میں اس وقت اس فلیٹ میں ہوتی تو۔" اسے آگے کی سوچنے سے لرز اڑا۔

باہر کھڑے کھڑے اسے پندرہ منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے اگر وہ اسی طرح باہر رہتی تو جانے کیا سوچا جاتا۔ سول کو مضبوط کر لی اللہ سے مدد مانگتی وہ دوبارہ اندر آئی۔

تیمور صاحب اسی طرح غنورگی میں تھے۔ سلیمان خدیجہ کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ آہستہ آواز میں باتیں کر رہے تھے۔

"نرم بیٹا! میرے پاس آکر بیٹھو۔" اسے دروازے کے پاس پریشان سا کھڑا دیکھ کر خدیجہ نے اپنے پاس بلا لیا۔

کوئی راہ فرار نہ تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے ان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"تیمور بھائی ٹھیک ہو جائیں گے تم دعا کرو ان کے لیے اور پریشان نہ ہو۔" وہ کیسے پریشان نہ ہوتی اس کی پریشانی کے سامنے خدیجہ کے الفاظ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

وہ چپ چپ سی تھی۔ خدیجہ درمیان سے ان کے لیے سلیمان نے بھرپور نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ ایک تک اس کے کسی بھی رویے سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ وہ اسے پہچان گیا ہے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ پہچانتا۔ اگر وہ اسے پہچان گیا ہے تو اظہار کیوں نہیں کر رہا ہے۔

جانے کیا گورکھ دھندا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔

"ٹھیک ہے پہچانتا ہے تو پہچان جائے میں سب کچھ جانوں گی ایسی کسی بات پہ۔" نرم نے اپنی انہی دھڑکیں سے سوچا اور مطمئن ہو گئی۔

\*\*\*

تیمور صاحب کی طبیعت آہستہ آہستہ سنبھل رہی تھی ڈاکٹرز کی بھرپور توجہ اور بہترین علاج کے ساتھ جیسی شریک حیات کی محبت نے بھی ان کی طبیعت کے سنبھلنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

ایک ماہ سے زیادہ وہ اسپتال میں رہے تھے۔ ڈاکٹر نے بیدار رہنے کا کہا تھا ان کے جسم کا بائیں حصہ بالکل پوری طرح کلام کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ خود سے حرکت دے سکتے تھے فالج کا اثر ان پر بھی تھا۔ وہ جو کچھ کہتے تھے پوری طرح نرم کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

اس دوران اس نے یونیورسٹی سے بہت سی چٹھیاں کی تھیں۔ جانے کیا بات تھی اسے اور ان ملائکہ کا سامنا کرنے سے خوف آنے لگا تھا۔ وہ دوران میں چار بار ہی یونیورسٹی گئی اس دوران ان کی توجہ بھی نظر نہیں آئی ملائکہ کے بارے میں فیملی کے ساتھ کراچی گئی ہے۔

اس نے شکر ادا کیا ملائکہ تو پھر بھی اس کی

ختمی عمر ان کا خوف دل میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ حیرت کی بات تھی اس ایک مہینے میں ایک بار بھی ملائکہ نے اسے رابطہ نہیں کیا تھا۔ رہی نرم تو اس میں اتنی بات تھیں تھی کہ وہ فون کرتی یا اس کے گھر آتی۔

آج کل یونیورسٹی بند تھی اگلے مہینے سے آگے اس سے تو پڑھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ادھر میں تیمم کی طبیعت بھی خراب تھی۔ تیمور صاحب کے اسپتال ایڈمٹ ہونے سے پہلے ہی ان کی طبیعت گری گری رہنے لگی تھی۔ پھر پورا ماہ تیمور صاحب ایڈمٹ رہے تو وقتی طور پر انہیں اپنا آپ بھول ہی گیا۔

تیمور صاحب کو گھر آئے پانچواں روز تھا۔ ایک کل وقتی میل نرس ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا۔ باقی ہر قسم کی ضرورت کا خیال سائہ خود ہی رکھتی تھیں۔

دیر کا وقت تھا وہ خود ساجدہ کے ساتھ کچن میں میز پر تھیں اور تیمور صاحب کے لیے سوپ بنا رہی تھیں جب سوپ بنا کر وہ شیشے کے باؤل میں ڈالنے لگیں تو بڑے زور کا چکر آیا سائہ وہیں ڈھیر ہو گئیں۔ سائہ نے شور مچا دیا۔ نرم کے ساتھ باقی ملازم بھی ہمارے آئے سائہ بڑی مشکل سے چل کر بیڈ تک پہنچیں۔

نرم زندگی میں پہلی بار ان کے لیے پریشان ہوئی۔ اس نے فیملی ڈاکٹر کو فون کر دیا۔

ڈاکٹر ساجدہ جب اپنا میڈیکل بیگ لے کر گاڑی سے اترے تو سائہ بیگم نڈھال سے انداز سے لپٹی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر ساجدہ نے چیک اپ کیا۔

نرم کی بات نہیں ہے مسز تیمور! اچھی طرح دیکھیں انہیں اور ہو سکے تو آج ہی کلیک۔ آکریٹس "دو واؤں والا نسخہ ان کے حوالے کر کے دے گا۔"

ڈاکٹر نائل نے رپورٹ ان کے سامنے رکھ دی۔

لفظ پوزیٹو ان کا منہ چڑا رہا تھا۔ آج شادی کے چودہ سال بعد یوں لگ رہا تھا کہ جیسے انہوں نے کوئی جرم کر دیا ہے۔

رات کو سائہ بیگم نے خود فون کر کے خدیجہ کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔

"کیسی ناشکری ہو تم۔ اللہ نے اتنی بڑی خوشی سے نوازا ہے اور تم ہو کہ ناشکری اور کفران نعمت کر رہی ہو۔ شکرانے کے نوافل پڑھو۔ میں ایک دو دن تک اسلام آباد آؤں گی سوچ رہی ہوں کہ نرم کی چوڑی اور انگوٹھی کا ٹاپ لے لوں۔ تم اپنا خیال رکھو تیمور کو دیکھو اس کے سامنے یوں ری ایکٹ کرو گی تو کیا بنے گا اس کا؟ سر کا سامنے ہے وہ تمہارا۔ ابھی تک بتایا ہے اسے کہ نہیں؟" خدیجہ کو برداشت نہ آیا تو پوچھ بیٹھیں۔

"نہیں آپا! وہ مجرموں کی طرح بولیں تو خدیجہ اس کی حماقت پہ سرپیٹ کر رہ گئیں۔"

"جاؤ بتاؤ اسے۔ خوش ہو گا وہ۔ شاید یہ خوشی اس کی بیماری پہ مثبت اثر ڈالے۔ اللہ نے بڑا رحم کیا ہے تم پہ اور تم ہو کہ۔" انہوں نے ان کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی تھی۔

فون بند کر کے وہ اپنے کمرے میں چلی آئیں۔ نرم باپ کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ ان کا ہاتھ ہاتھوں میں لیے آہستہ آہستہ آواز میں ان سے بات کر رہی تھی۔

"بیٹا! آپ جلدی ٹھیک ہو جائیں گے پھر ہم ایک بڑی پارٹی کریں گے اور ہاں میں آپ کو لانگ ڈرائیو پہ بھی لے جاؤں گی۔" ان کے ہونٹوں پہ ایک روشن مسکراہٹ چمکی انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا سر پیچے کیا اور اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"بیٹا! آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے ناں؟" نرم نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔ "بیٹا آئی لو یو سو پیس۔" جذبات کی شدت سے اس کی آواز بھرا گئی۔

"خوب لاؤ ہو رہے ہیں باپ بیٹی میں۔" سائہ بیگم بھی دو سری چہرہ اٹھا کر پاس بیٹھ گئیں۔ تیمور صاحب اب واضح جملے بولنے لگے تھے۔ دن

بہ دن ان کی حالت بہتر ہو رہی تھی۔ وہ سائہ اور نرم کو یوں پاس پاس بیٹھا دیکھ کر بہت خوش تھے آج نرم سائہ کی موجودگی وہاں سے انہی نہیں تھی۔ نرم لپٹنے ساری تھی۔ یونیورسٹی میں ہونے والے دلچسپ واقعات جن پر وہ مسکرا رہے تھے کافی مایم ہو چکا تھا نرم ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر گڈناٹ کہہ کر ان کے پاس سے انہی تب سائہ نے انہیں جھپکے۔

سوئے بتایا۔ خوشی کی شدت سے تیمور کے لب پھڑپھڑائے اور آنکھیں نم ہو گئیں۔

\*\*\*

خدیجہ ریان کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ نرم کا ارادہ تھا وہ سلام کر کے اپنے کمرے میں آجائے گی مگر ریان نے اٹھنے ہی نہیں دیا۔ وہ اتنا ہنسوا اور زندہ بول تھا کہ نرم کے دل سے وہ کدورت کم ہونے لگی تھی جو سائہ بیگم کے رشتہ داروں کے حوالے سے اس کے دل میں برسوں سے تھی۔

ریان کو نرم بہت زیادہ اچھی لگی تھی۔ اس نے نرم کا فون نمبر بھی لے لیا تھا۔ "میں لاہور جا کر فون کرتا رہوں گا تاکہ آپ کو میری کمی کا احساس نہ ہو۔" وہ یوں بول رہا تھا جیسے برسوں سے اسے جانتا ہو۔

"ویسے سلیمان بھائی آپ کو کیسے لگے؟" اس نے اترہ اور خدیجہ کے سامنے ڈائریکٹ سوال کر دیا تو وہ دوس ہو گئی۔ اسے کوئی جواب ہی نہیں بن پڑا۔

"ریان! بسن کو تنگ نہ کرو۔ انسان بنو۔" انہوں نے قنبلہ کی نظروں سے اسے دیکھا۔

"بسن بھی کہتی ہیں ممالور اوپر سے یہ بھی کہتی ہیں کہ تنگ نہ کروں یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ریان چپ ہوتے ہو کہ نہیں؟"

"ممائیک اٹ ایزی۔ میں انکل کے پاس جا رہا ہوں۔" وہ ماما کے تیمور دیکھ کر کھسک گیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری سائہ۔" ریان کے

جانے کے بعد وہ بسن کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"میں بسن لے رہی ہوں باقاعدگی سے۔"

"زیادہ سے زیادہ ریٹ کیا کرو۔ اس حالت میں

خوش رہا کرو میں ایک بچے کی پینٹنگ بھی الٹی کر دیتا ہوں۔"

اپنے بندہ روم میں آگایا اچھا رہے گا۔ میری دعا ہے کہ

اللہ تمہیں صحت مند اولاد سے نوازے۔" نرم نے ہاتھ

باری دونوں کو دیکھ کر جاری تھی۔

"نرم کو بھی کوئی بسن یا بھائی مل جائے گا۔ اچھا

نہیں اچھی نہیں رہے گی۔ کوئی دکھ درد بانٹنے والا اپنا

بھائی بھی تو ہونا چاہیے۔" اب ساری بات اس کی

میں آگئی تھی۔

یاما کی بیماری کی وجہ سے سائہ بیگم کے لیے جو

مصلحت کے پیش نظر اس کے دل میں آئی تھی

اچانک ختم ہو گئی۔ اب وہ ہی پرانی نرم تھی فرشتہ

مرد مہر سے بھری۔

اپنے کمرے میں آکر وہ غصے سے ٹپ رہی تھی۔

"اس عمر میں سائہ بیگم کو ماں بننے کا خیال

ذرا شرم نہیں آئی اس عورت کو۔ سب جان لیں

میں کہ یہ یاما کی جائیداد تھیں یا نہ۔ سب

کی طرح وہ لٹائی سوچ رہی تھی۔

جاتے جاتے خدیجہ نے نرم کو سائہ بیگم کا خیال

رکھنے کو کہا تھا۔ وہ موقع کا انتظار کر رہی تھی۔

چیک اپ کے لیے جاتا تھا کیونکہ سلیمان بھی

تھا۔ کافی دیر ہو گئی تھی اس کا خیال تھا یقیناً

ہیں۔

لیونگ روم کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے

کی جھلک نظر آئی تو سب کچھ یاد آگیا۔ اس

دروازے کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر کھولا۔ سائہ

پلیس۔

"بہت خوب سائہ بیگم! اب یہ نیا طریقہ

تم نے مجھے ہرائے گا۔ مگر یاد رکھنا مجھے تم سے

تمہارے ہونے والے بچے سے کوئی دلچسپی

اس عمر میں ملے گی۔ شرم آتی جا رہی ہے

کیوں خیال رکھو تمہارا۔ جاؤ یا کوئی

کے ساتھ

کے ساتھ

مٹا ہونے والی نہیں ہوں۔ مائی فٹ۔" انہی قدموں

وہ اپنا سارا زہران پرائیڈ کے تن فن کرتی چلی گئی۔

سارے کی آنکھوں میں ممکن پانی بھر گیا۔ کھڑکی کے

پتوں والے سونے۔ بیٹا سلیمان ایک ایک لفظ سن

کا تھا۔ اور سب سن کر اس نے اپنا غصہ کیسے ضبط کیا

تھا۔

نرم کے نہیں آئی تھی ورنہ ضرور اسے دیکھ

تھا۔

"خالہ! چپ ہو جائیں پلیز۔" سلیمان انہیں زارو

ظہار روٹا دیکھ کر بہت پریشان تھا۔

غصے سے لال ہوئی آنکھیں اس کے ضبط کی دلیل تھیں

وہ سلیمان کے کندھے پر سر رکھ کر رو رہی تھیں۔ کتنے

ماہوں کے دبے دکھ تھے۔ سلیمان نے انہیں گل کر

روئے دیا تھا۔

\*\*\*

اکرا مز شروع ہو چکے تھے پہلے چپ والے دن

ملائکہ نے اسے پکڑ ہی لیا اور کتنی دیر اسے تیر نظروں

سے گھورتی رہی۔

"بہت اچھا کیا تم نے میرے ساتھ اور وہ ارمان

اس نے طعنے دے دے کر میرا برا حال کر دیا ہے کہ

دیکھو تمہاری بیسٹ فرینڈ نے کیسا ہاتھ دکھایا ہے

نہیں۔ کیوں عتاب ہوئی تھیں تم وہاں سے اس طنز۔"

نابز تو سوالات سے وہ گھبرا گئی۔

"ملائکہ! یاما کی طبیعت بہت خراب ہے۔ تم نے

کن سا ایک روز بھی مجھ سے پوچھا کہ زندہ ہو کہ مرنے

میں بہت پریشان ہوں۔ تم اس روز فلیٹ میں نہیں

تھا۔ تو میرے دل نے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ۔ پتا

نہیں کیوں مجھے ارمان کی نگاہیں بہت بری لگتی ہیں۔

کی تھا کچھ کہ میں نکل آئی وہاں سے تمہیں بتائے

تھا۔" نرم پہلے کے مقابلے میں بہت کمزور لگ رہی

تھی۔

"ارمان نے بعد میں مجھ سے بہت غصہ کیا میری اس

کے ساتھ اس وجہ سے لڑائی بھی ہوئی۔ میں جیسے ہی

فرزند شپ ختم کر دیا۔ وہ مجھ کو ذہنیت کا مالک ہے یہ نہ

فلیٹ۔ بچتی اس نے کہا کہ میں یونیورسٹی واپس چلی

جاؤں تاکہ شک نہ ہو کسی کو۔ اس لیے میں چلی گئی

تھی۔ اب کب ارادہ ہے کذب ہونے کا؟" آخر میں

وہ شوخی سے بولی تو نرم کو بہت برا لگا۔ "اس نے ایک

بار بھی یاما کی طبیعت کا نہیں پوچھا تھا۔

"اب میرا کوئی ارادہ نہیں ہے ایسا کیونکہ اگر ازمز کے

بعد میری شادی ہے۔" نرم ایک لمحے میں صدیوں کی

بیچارہ نظر آنے لگی تھی۔

"میرا نکاح اسی لڑکے کے ساتھ ہوا ہے جس کو تم

نے ایڈوکیٹ اور فن کا نام دیا تھا۔"

"سچ کہہ رہی ہو۔" ملائکہ کو یقین نہیں آ رہا

تھا۔ "اس نے پہچان لیا ہے تمہیں؟"

"بظاہر ایسا لگتا تو نہیں ہے۔"

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ کل کو ہمارے لیے

براہم کری ایٹ ہو سکتی ہے۔" ملائکہ پریشان ہو گئی

تھی۔ "تم اسے بتاؤ گی تو نہیں؟" اس نے احمقانہ سوال

کیا۔

"میں نے ہٹا کر پھینکا نہیں ہے۔ پتا نہیں کیا ہو گا۔

اس نے مجھے نہیں پہچانا ہے ورنہ خاموش نہ رہتا اور

میں کیوں ڈروں ایسا کیا کیا ہے میں نے۔" آخر میں وہ

بہت دھڑکی سے بولی۔

"ملائکہ! یاما کی طبیعت بہت خراب ہے میں نے

اسے روز دل کا کھانا دیا تھا اور وہاں سے نکل آئی تھی۔

اسی روز صبح کے وقت یاما کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔

مجھے نہیں پتا تھا کیونکہ سیل فون میں نے آف کر دیا

تھا۔ تم اگر فلیٹ پہنچاؤ تو شاید میں وہاں سے نہ آتی۔

یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ تم وہاں نہیں تھیں۔

تمہیں برا لگے گا مگر میں اپنی فیلنگز تم سے سیکر کرنا

چاہوں گی ارمان کے بارے میں کہ اس کی نگاہوں میں

وفا نہیں ہے وہ جب بھی میری طرف دیکھتا ہے یوں لگتا

ہے کہ۔" اس نے بولتے بولتے جملہ کو حورا چھوڑ

دیا۔ "ملائکہ کبھی تم نے لوگوں کی باتیں سنی ہیں جو وہ

ارمان کے بارے میں کہتے ہیں۔ میری مائو تو اس سے

فرزند شپ ختم کر دیا۔ وہ مجھ کو ذہنیت کا مالک ہے یہ نہ

ہو تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ۔ پہلی بار ہم نے تفریح کی خاطر سب کیا تھا۔ ہماری تیت کی بھی اس لیے ہمیں نقصان نہیں پہنچا اور نہ سوچو تم سے کچھ الٹا سیدھا ہو جاتا تو تم ارمان کی بات ماننا چھوڑ دو۔"

نریم کو روشن لینے آچکا تھا وہ اسے وہیں سوچتا چھوڑ کر چلی آئی۔ اسے ملائکہ اور ارمان سے ڈر لگنے لگا تھا۔ ماہ نور اور ثانیہ کے یکدم پیچھے ہٹنے کی وجہ بھی سمجھ میں آئی تھی۔ ملائکہ انہیں بزدل کہتی تھی مگر نریم کا خیال اب بدل چکا تھا۔

"لڑکیوں کو ذرا سا بزدل ضرور ہونا چاہیے ورنہ انٹر خسارہ ان کا نصیب بن جاتا ہے۔" پچھلی سیٹ پر نریم دراز نریم سوچتے ہوئے غائب دماغی سے باہر دوڑتے بھاگتے مناظر دیکھ رہی تھی۔

ابھی نریم کے اگزامز ختم بھی نہیں ہوئے تھے کہ گھر میں شادی کی تیاری شروع ہو گئی۔ تیمور صاحب اسٹک کے سارے چند قدم اٹھانے کے قابل ہو گئے تھے۔ جلد از جلد نریم کو دو لکھ روپے دینا دیکھنا چاہتے تھے۔

سلیمان نے سختی سے منع کیا تھا کہ جیڑ کے نام پر وہ کچھ نہیں لے گا۔ اس معاملے پر وہ کھو دما ز کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس لیے ملے ہوا تھا کہ صرف نریم کے کپڑے اور دیگر چھوٹی موٹی چیزیں لی جائیں۔

نریم بے دلی سے پیپرزدے رہی تھی۔ تیمور صاحب بہت خوش تھے۔ بڑے شوق سے نریم کے لیے کی جانے والی شاپنگ دیکھتے۔ البتہ نریم کوئی دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ سارنہ بیگم کو اس کا موجودہ رویہ پھر ڈرانے لگا تھا۔

جس دن اس کا آخری بچہ تھا اس کے اگلے دن میلاد کے بعد نریم کو مایوں بٹھلوا لیا گیا۔

روایتی پیلے کپڑوں میں ملبوس نریم اداس اداس سی نظر آنے لگی۔ بلوچہ بہت باری لگ رہی تھی۔ ثانیہ اور ماہ نور کے ساتھ ساتھ ان کی گیلی بھی انوائٹ تھی۔ مگر ملائکہ نہیں آئی۔ ملائکہ سارنہ بیگم طبیعت کی

خرابی اور مصروفیت کے بلوچہ نریم کی دوستوں کے خود گئی تھیں۔

مندى والے دن کلن پڑی آواز سنائی دے رہی تھی۔ نریم کی طرف سے سب سلیپ میں آئے ہوئے تھے۔ مندى کی رسم کرنے کے بعد دوستوں اور کزنز نے مل کر بہت خوب صورت ڈیکوریشن کی تھی۔ ملائکہ آج بھی نہیں آئی تھی۔ نریم کی اور کلاس فیلوز کے ساتھ ماہ نور اور پش پش چش تھیں۔

دونوں نے مندى کے قہال اٹھائے ہوئے تھے۔ آرائشی لائٹوں سے سجا ہوا تھا۔ پھولوں کی پتیوں کی کر کے ان کا استقبال ہوا۔ پہلے ان سب کی خاطر ان کی گئی پھر گالوں کا مقابلہ ہوا۔

اس کے بعد مندى کی رسم شروع ہوئی۔ باہر قہال سلیمان کی کزنز اسے زبردستی لے کر آئیں۔ مندى لگوانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

ماہ نور اور ثانیہ ساتھ ساتھ تھیں۔ سلیمان کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اب جب دیکھتی رہ گئیں۔ وہ سلیمان کو پہچان گئی تھیں۔

"ثانیہ! یہ تو وہی ہے۔" ماہ نور اسے قدرے تھلک سی جگہ لے آئی۔ دونوں اسی کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔

"ہاں میں پہچان گئی ہوں۔ سارنہ آئی تیار تھی کہ یہ پولیس آفیسر ہیں اور نریم کے رشتے سے وہ اس رشتے پر ذرا بھی خوش نہیں ہے۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے یا ر! میں سلیمان پہچان گئی۔ سب بتاؤں؟"

ماہ نور نے اسے گھور کر دیکھا۔

"بائگل تو نہیں ہو گئی ہو یہ موقع ہے اسے اس میں شیں چاہتی نریم کی لائف ڈسٹرب ہو رہی ہو سکتا ہے کہ میں سارنہ آئی کو بتاؤں کہ یہ ہم سے ہو گئی ہے۔" ماہ نور اس کے مقابلے میں وار تھی۔

ثانیہ بھی متفق ہو گئی۔ یہ فیصلہ کرنے کے

کے دل پر رکھا بوجھ سرک گیا تھا اور پھر انہوں نے باقی رہموں میں خوشی خوشی اور جوش و خروش سے حصہ لیا۔

نرات کا ایک بچہ چکا تھا۔ سلیمان کے گھر سے ابھی گئی تھی۔ وہاں نہیں آیا تھا۔ ان کے گھر میں یہاں ہی ملا ہوئی اور سنا تھا۔ ثروت پھوپھو کے علاوہ ایک رشتے کی خالہ نریم کے پاس تھیں۔ تیمور صاحب بھی سلیمان کی سندى میں ہنوں کی کے ساتھ گئے تھے اور کچھ وقت گزار کر واپس آ گئے تھے۔

نریم کے گھر سے آگئے جہاں ثروت بھی موجود تھیں۔ نریم کسی کو بھی نہیں آ رہی تھی۔ نریم گاڑی پر بیٹھی پانچوں میں پہلے گجروں کی پتیاں توڑ توڑ کر پھینک رہی تھی۔ تیمور صاحب پاس رکھے مسونے چٹھہ گئے۔ نریم بھی کاربٹ سے اٹھ کر ان کے پاس آئی۔

"پاپا! آپ ٹھیک ہیں۔" نریم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور آنکھیں کھول کر اسے غور سے دیکھنے لگے۔ ان کے چہرے کا سلا پھول ان کی پہچان۔ جب فرس لے تو لیے میں لپٹی تھی۔ نریم کو ان کے ہاتھوں میں دیا تو کیسا سکون ان کے رگوں میں اترتا تھا۔

اب وہ کبھی سی نریم نہیں رہی تھی بائیس سال کی ہو چکی تھی۔ وہ گریا سی نریم جس کو پہلی بار سینے سے لگا کر ان کو اپنے اہم ہونے کا احساس ہوا تھا وہ اب پرائی ہوئے جارہی تھی کسی اور کے آنگن کو مہکانے جارہی تھی۔ بس ایک دن کی بات تھی پھر اس نے اداسیاں اور درازیاں چھوڑ کر چلے جانا تھا۔

درو کا کیسا احساس تھا جس نے ان کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ پھر جانے کب آنسوؤں نے آنکھوں کو ڈھانپا تھا انہیں خبر ہی نہیں ہوئی۔ نریم ان کے سینے سے لگی خود بھی رو رہی تھی۔ ثروت پھوپھو نے بمشکل تمام

دونوں کو چپ کرایا۔

"تیمور! پاپا چلے ہوئے ہو۔ کون سا نرم سات سمندر پار جا رہی ہے۔" وہ جانتی تھیں تیمور کے لیے بنی آیا حیثیت رکھتی ہے۔

"تم دونوں باپ بیٹی باتیں کرو۔ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" ثروت چائے بنانے کچن میں آ گئیں۔

تیمور بہت غور سے نریم کو دیکھ رہے تھے ایک ایک نقش دل میں جذب کر رہے تھے۔ مایوں کے پیلے گلے کپڑوں میں ملبوس بالوں میں اگلے مرتھائے گجروں سمیت آنکھوں میں مٹا مٹا پھیلا کاجل اور چہرے پر اداسی لیے نریم انہیں آج معمول سا زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

"پاپا! کیا دیکھ رہے ہیں۔" وہ کافی دیر سے ان کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر رہی تھی۔ بلا آخر رہا نہیں گیا تو پوچھ ہی بیٹھی۔

"آپ کیسے دیکھ رہا ہوں۔" وہ برکت ہوئے تو نریم کو کوشش کے باوجود یہ کہنے کی جرات نہیں ہوئی کہ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے کہ یہ دیکھنا آخری بار ہو۔ اپنی ہی سوچ سے اس کے وجود میں اک سرد لہری دوڑ گئی۔

"سارنہ تم سے بہت پیار کرتی ہے ایک ماں کی طرح۔ اسے حسرت ہی ہے کہ تم اسے مٹا کر دیا تو کیا اس کی یہ خواہش پوری کرو گی؟" انہوں نے اس کا سراپے سینے پر رکھتے ہوئے سرگوشی میں پوچھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ ثروت پھوپھو ہاتھ میں ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"میں تو بہت تھک گئی ہوں۔ شادی کے ہنگاموں میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ بھاگ دوڑ کر کر کے میری ہاتھوں کا تو حشر ہو گیا ہے۔" چائے کے کب باری باری تیمور اور نریم کو پکڑا لے ہوئے انہوں نے تھکن کا دونا دیا۔

وہ کافی دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ باہر گاڑیاں رکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد سارنہ بھی آ گئیں ساتھ ساتھ ثانیہ اور ماہ نور بھی تھیں۔





مٹی۔ زریار دوپٹے میں جو نہیں لگی تھیں وہ تو پہلے ہی  
نہل چکی تھی اب جویوں ڈر کے پیچھے ہوئی تو دھڑ سے  
اتر ہی گیا۔ سلیمان لمحوں میں اس تک پہنچ گیا۔  
”سوٹ ہارٹ کیا ہوا؟“ وہ انجان پن سے بولتا  
نریم کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔

”مجھے ڈر لگ رہا ہے پلیز چھوڑ دیں۔“ نریم نے  
اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلدرد ٹھیکنا چاہا۔  
”اس وقت ڈر نہیں لگ رہا تھا جب ایک چھ فٹ  
کے مرد کو زبردستی گاڑی میں بٹھا کر آنکھوں پر پٹی باندھ  
رہی تھیں۔“ سلیمان کے لہجے سے ساری نری  
رخصت ہو چکی تھی۔

”بولو۔ بولو کیا منصوبہ تھا تمہارا اور تمہاری  
دوستوں کا۔“ نریم کا ہاتھ اس کی سخت گرفت میں  
برسر کر رہ گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھی آگئے۔ ”تمہارے  
اس خوب صورت وجود میں بے رحم دل ہے۔“  
سلیمان کا لہجہ آگ برسا رہا تھا۔ اسی دوران اس کا  
موبائل فون گنگنایا۔

اس نے خود پہ قابو پاتے ہوئے کل ریسیو کی۔  
”کیا کہہ رہے ہو ریان! یہ کیسے ہوا۔ میں ابھی آ رہا  
ہوں۔“ وہ فون سن کر انہی قدموں روانہ کھول کر باہر  
چلا گیا۔ چند منٹ گزرے تھے کہ خدیجہ نریم کے پاس  
آئیں۔

”بیٹا! کپڑے بدل لو۔“ ان کا لہجہ نرم اور سنجیدہ تھا۔  
”آئی! کیا ہوا؟“ اس کے دل میں کسی انہونی کا  
خوشہ جاگا۔

”جلدی کپڑے بدلو ہمیں تیمور بھائی کی طرف جانا  
ہے۔ طبیعت خراب ہے ان کی۔“

”مما! جلدی کریں گاڑی میں بیٹھیں۔ ریان گھر  
لاک کر کے آجائے گا۔“ سلیمان دوبارہ بیڈ ریوم میں  
آیا۔ نریم کپڑے تبدیل کر کے چادر اوڑھ رہی تھی۔

”آپ دونوں گاڑی میں بیٹھیں میں آ رہا ہوں۔“ وہ  
ایٹا دالٹ ڈھونڈ رہا تھا۔ خدیجہ نریم کو ساتھ لے کر باہر  
گھڑی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

\*\*\*

جو خیال تھے۔ قیاس تھے وہی لوگ مجھ سے  
جو محبتوں کی اساس تھے وہی لوگ مجھ سے  
بنیں مانتا ہی نہیں یہ دل وہی لوگ میرے جس  
مجھے ہر طرف سے جو اس تھے وہی لوگ مجھ سے  
مجھے لمحہ بھر کی رفاقتوں کے سراب اور منام میں  
مری عمر بھر کی بو پاس تھے وہی لوگ مجھ سے  
جنہیں قبول کر سکا نہ میں وہ شریک راہ ستر  
جو مرنے طلب مری آس تھے وہی لوگ مجھ سے  
مری عزتوں کے قریب تھے مری چاہ تھے میرا خواب  
وہ جو روز شب میرے پاس تھے وہی لوگ مجھ سے  
”ایسا اگر مجھے ذرا بھی پتا چل جاتا تو میں نہ جاتی۔“  
مجھے کیوں پتا نہ چل سکا کہ آپ مجھے چھوڑ کر چلے  
والے ہیں۔“ روتی پھلتی نریم کو سنبھالنا مشکل ہو رہا  
تھا۔

ساتھ بیگم فکر کر ایک ایک کو دیکھے جاری تھیں  
نریم کی رخصتی کے بعد تیمور صاحب اندر آ کے لپٹ  
گئے تھے وہ بہت خوش تھے کہ بیٹی کا فرض خوش  
سے ادا ہو گیا ہے۔ مہمان جو دوسرے شہر سے آئے  
تھے ابھی تک ادھر ہی تھے۔ ساتھ ملازموں سے کام  
رہی تھیں۔ جب فارغ ہو کر اندر آئیں تو وہ ابھی  
سورہ تھے۔ اس قدر سکون تھا کہ ان کے چہرے  
لگ ہی نہیں رہا تھا اس شخص میں زندگی کی راسخ  
ہے انہیں دوبارہ ہارٹ اٹیک ہوا تھا جو کہ جان لیوا  
ثابت ہوا تھا۔

سلیمان نے اس موقع پر بیٹے والی ساری ذمہ داری  
بھائی۔ ساتھ کو دوسرا روز تھا کچھ بھی نہیں کھایا تھا  
نے سلیمان نے کسی نہ کسی طرح انہیں کھانے  
آمان کر ہی لیا۔

ایک کپ روہ کے ساتھ ڈبل روٹی کا سلا  
انہوں نے مشکل سے کھایا تھا۔ اوہروہ سر منہ  
کرے میں پڑی تھی نہ بولتی تھی نہ ہل رہی تھی۔  
خدیجہ آوازیں دے دے کر یوں ہو گئی تھیں۔  
اس نے روانہ کھول دیا مگر ہر پھر بھی نہیں آئی۔  
نے اسے بہت سنبھالیا۔ مگر کھانا ویسے کا ویسا آگے

رہا ریان کو یوں لگ رہا تھا کہ کسی بے جان شے سے  
چمک رہا ہے۔  
”مواں! اتم جاؤ۔“ سلیمان نے اسے پارہنہ کیا۔  
”مگر کمرہ میں کتنوں پر سر رکھے بیٹھی تھی یوں کہ  
جراں نہ رہیں آ رہا تھا۔“

”نریم! تیمور انفل کتنی محبت کرتے تھے آپ سے  
ان کا اس حال۔“ ساتھ آپ کو دیکھ لیتے تو جانے کیا گزرتی  
تھی۔ انہیں شاباش! ساتھ خالہ کو بھی آپ نے ہی  
ہمت دینی ہے۔ بہادر بنیں اور پہلے تھوڑا سا کچھ پی  
لیں۔“ سلیمان نے اس کا کھنٹوں پر رکھا سر اٹھایا۔ بند  
آنکھوں کے پیچھے موتی چمک رہے تھے۔  
”شاباش نریم! سنبھالیں خود کو۔“

کتنا مہمان لگ رہا تھا اس سے وہ نریم کے ضبط کا  
بندھن ٹوٹ گیا۔ وہ کسی کے گلے لگ کہ نہیں روئی  
تھی۔ کمرے میں بیٹھے اس شخص نے یہ بھی قسم تو زدی  
تھی۔ اس سے لپٹ کر پیچھے گر روئی۔

وہ اس کا سر سسلا رہا تھا۔ ”شاباش! اب جب  
ہو جائیں اور ساتھ خالہ کے پاس آکر بیٹھیں۔“ ماما بھی  
بہت پریشان ہیں۔“ بہت دیر بعد جب وہ پرسکون ہوئی  
تو سلیمان نے اس کے آنسو صاف کیے۔

”آج تو دل لیا ہے۔ آئندہ نہیں رونا۔ مرنے والے  
کی روحوں کو تکلیف ہوتی ہے۔“ نریم اس کے  
بازوؤں کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی۔ اس کا دوشہ نیچے  
کمرے پر پڑا تھا۔ سلیمان نے اٹھا کر اس کے کندھے پر  
ڈال دیا۔ نریم کے ہاتھ پاؤں سے ابھی تک ہمدی کی  
خوشبو آ رہی تھی۔ نقش و نگار ذرا بھی مدھم نہیں  
ہوئے تھے۔

خدیجہ نے اسے پاس بٹھالیا۔ نریم کے سامنے ساتھ  
تھی مگر اٹنی لٹی اور اس کی جانے کیوں وہ اسے اجنبی  
تھی۔ نریم نے نظریں چرائیں۔

\*\*\*

نریم ہو تو ایسا لگتا ہے  
میسوریاں ہو رہی ہیں حیات

جیسے خوابوں کے رنگ پھلے ہوں  
جیسے لفظوں سے موت رختی ہو  
جیسے سانسوں کے تار بکھرے ہوں  
تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے  
جیسے خوشبو نہیں ہو کلیوں میں  
جیسے سونا ہوا ہو شہر دل  
جیسے کچھ بھی نہیں ہو کلیوں میں  
جیسے خوشیوں سے دشمنی ہو جائے  
جیسے جذلوں سے آشنائی نہ ہو  
تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے  
جیسے اک عمر کی مسافت پر  
بات کچھ بھی سمجھ نہ آئی ہو  
جیسے چپ چاپ ہوں آرزو کے شجر  
جیسے رنگ رنگ کہ سانس چلتی ہو  
جیسے بے نام ہو دعا کا سفر  
جیسے قسطوں میں عمر کتنی ہو  
تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے  
جیسے اک خوف کے جزیرے میں  
کوئی آواز دے کے چھپ جائے  
جیسے مٹتے ہوئے اچانک ہی  
عمر کی پروا سے آنکھ بھر آئے  
تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے!!

تیمور صاحب کو اس دنیا سے گئے ہوئے دو ماہ سے  
زانہ ہو گیا تھا مگر ساتھ بیگم کو ان سے جدائی کا زخم آج  
بھی تازہ لگتا تھا۔ ان کی پرہیزگاری کو سلتا گزر چکے  
تھے۔ جوں جوں ٹائم گزر رہا تھا ان کی تکلیف بڑھتی  
جاری تھی۔

آج نریم کو بھی جانا تھا۔ خدیجہ ڈیڑھ ماہ ادھر ہی۔ من  
کے پاس رہی تھیں۔ نریم بھی ابھی تک یہیں تھی۔  
سلیمان اس دوران وقت نکل کر روز آتا۔ ٹیکسری کا  
منبر سلیمان سے رابطے میں تھا وہ ایماندار شخص تھا۔  
سلیمان بھی صورت حال سے آگاہ تھا کہ اس لیے ابھی  
تک کوئی گزیر نہیں ہوئی تھی۔  
ساتھ بیگم نے ہی سلیمان سے کہا تھا کہ نریم کو یہاں

سے لے جاؤ۔ چہ تکہ شادی والے دن ہی تیمور صاحب کا انتقال ہوا تھا۔ تو لہجہ بھی ملتوی ہو گیا تھا۔ سائرہ بیگم اور نرم میں اجنبیت کی دیوار سی جا رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے بات نہیں کر رہی تھیں۔ اس عالم میں نرم کا دم گھٹنے لگا تھا۔ سلیمان بھی آتا تو سائرہ بیگم کے پاس سے ہی بیٹھ کر چلا جاتا۔ کئی بار اس کے آنے کی خبر ہی نہ ہو پاتی۔

اس روز بھی جب وہ جلے لگا تو سائرہ بیگم نے روک لیا۔

”نرم کو ساتھ لے جاؤ اسے تبدیلی کی ضرورت ہے۔“

”خالہ! آپ اکیلی ہیں کچھ دن اور رہ لے وہ پھر میں لے جاؤں گا۔“ صاف لگ رہا تھا کہ وہ دامن چارہا ہے۔

سلیمان تین دن سے نہیں آیا تھا۔ اس دوران صرف ایک بار اس کا فون آیا تھا۔ سائرہ پریشان تھیں۔

سائرہ بیگم کو نرم پر غصہ آتا اس نے ایک بار بھی سلیمان سے گھر جانے کے لیے نہیں کہا۔ اب تو خدیجہ کو بھی تشویش نے آن گھیرا تھا۔ ریان یونیورسٹی سے فارغ تھا وہ اسے ساتھ لے کر چلی آئیں۔

سائرہ کی تنہائی کے پیش نظر انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ریان اور ہری رک جائے اور وہ دونوں میاں بیوی سلیمان کے پاس۔

خدیجہ اور ریان کی آمد نرم کے لیے خاصی خوش کن تھی۔ وہ بات کرنے کے لیے ترس گئی تھی۔ مگر انہوں نے آتے ہی ریان سے کہا کہ ”بھالی کو گھر چھوڑ آؤ۔“

”میں اور ہری ہوں سائرہ کے پاس تم جب تک آرام سے رہ آؤ۔ پھر ملے والے چلے جاتے ہیں مگر زندگی چلتی رہتی ہے۔“ انہوں نے زندگی کا سب سے بڑا سچ بیان کیا۔

”کچھ عرصہ بعد ہم سب بھی اور ہری شفٹ ہو رہے ہیں تمہارے اہل آکر خود ہی گھر دیکھیں گے۔“ انہوں نے لے لیں گے۔ ”گے ہاتھوں انہوں نے پروگرام بھی بتا دیا۔“

وہ سچے سچے انداز میں تیار ہوئی عامتہ سونی پر رولڈا رولڈا چرو۔ خدیجہ نے دیکھا تو سر بیت لیا۔

”میں نے تو بھولا کر اپنے چاؤ بھی نہیں پورے کیا۔“

”آج کل کی لڑکیوں کو تو اتنا شوق ہوتا ہے کہ سنورنے کا۔ سائرہ فارغ ہو جائے تو پھر دم دم عامتہ لہجہ کروں گی سلیمان کا۔“ انہوں نے خود اس کی الماری کھول کر ایک سوٹ نکالا۔ یہ سب شادی کے پہلے کے سٹائل ہوئے تھے۔ پنک ٹکر کا اسٹائل کا سوٹ تھا۔

”یہ پنو فوراً۔“

اس سے پہلے کہ ریان اسے چھوڑنے جاتا سلیمان خود ایک خدیجہ نے اسے بھی اپنے آنے کا نہیں تھا تو وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ نرم نے چاہا بعد اسے دیکھا تھا۔ جانے کیا بات تھی اس میں کے سارے منفی خیالات دم توڑ گئے تھے۔

پہا کے جانے کے بعد جس طرح اس نے سائرہ کو بھالی تھی سائرہ کو اور اسے حوصلہ دیا تھا۔ اس نے نرم کو جو اکیلے پن کا خوف تھا وہ جاتا رہا تھا۔ اس نے فیکٹری کے معاملات بھی ایماندار لوگوں کے ہاتھ دیے تھے۔

نرم کچن میں آئی۔ ساجدہ بریانی کو دم دے رہی تھی۔ نرم نے بھی اس کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔

ساجدہ چائے دینے ڈرائنگ روم میں گئی تو نرم نے نرم کا پوچھا۔

”وہ تو کچن میں ہیں۔ سوٹ ڈش کے بعد چائے لے لیں۔“

”ساجدہ نے بتایا۔“

”ساجدہ نے بتایا۔“

میری آنکھوں میں رات جلتی ہے رات میں کئی خواب جلتے ہیں

وہ سچے سچے انداز میں تیار ہوئی عامتہ سونی پر رولڈا رولڈا چرو۔ خدیجہ نے دیکھا تو سر بیت لیا۔

”میں نے تو بھولا کر اپنے چاؤ بھی نہیں پورے کیا۔“

”آج کل کی لڑکیوں کو تو اتنا شوق ہوتا ہے کہ سنورنے کا۔ سائرہ فارغ ہو جائے تو پھر دم دم عامتہ لہجہ کروں گی سلیمان کا۔“ انہوں نے خود اس کی الماری کھول کر ایک سوٹ نکالا۔ یہ سب شادی کے پہلے کے سٹائل ہوئے تھے۔ پنک ٹکر کا اسٹائل کا سوٹ تھا۔

”یہ پنو فوراً۔“

اس سے پہلے کہ ریان اسے چھوڑنے جاتا سلیمان خود ایک خدیجہ نے اسے بھی اپنے آنے کا نہیں تھا تو وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ نرم نے چاہا بعد اسے دیکھا تھا۔ جانے کیا بات تھی اس میں کے سارے منفی خیالات دم توڑ گئے تھے۔

پہا کے جانے کے بعد جس طرح اس نے سائرہ کو بھالی تھی سائرہ کو اور اسے حوصلہ دیا تھا۔ اس نے نرم کو جو اکیلے پن کا خوف تھا وہ جاتا رہا تھا۔ اس نے فیکٹری کے معاملات بھی ایماندار لوگوں کے ہاتھ دیے تھے۔

نرم کچن میں آئی۔ ساجدہ بریانی کو دم دے رہی تھی۔ نرم نے بھی اس کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔

ساجدہ چائے دینے ڈرائنگ روم میں گئی تو نرم نے نرم کا پوچھا۔

”وہ تو کچن میں ہیں۔ سوٹ ڈش کے بعد چائے لے لیں۔“

”ساجدہ نے بتایا۔“

”ساجدہ نے بتایا۔“

کہانی مضطرب سی اک قصہ لایا سا اک سمجھنے کو سمجھانے کو دل کا ہونا ضروری ہے

وہ سچے سچے انداز میں تیار ہوئی عامتہ سونی پر رولڈا رولڈا چرو۔ خدیجہ نے دیکھا تو سر بیت لیا۔

”میں نے تو بھولا کر اپنے چاؤ بھی نہیں پورے کیا۔“

”آج کل کی لڑکیوں کو تو اتنا شوق ہوتا ہے کہ سنورنے کا۔ سائرہ فارغ ہو جائے تو پھر دم دم عامتہ لہجہ کروں گی سلیمان کا۔“ انہوں نے خود اس کی الماری کھول کر ایک سوٹ نکالا۔ یہ سب شادی کے پہلے کے سٹائل ہوئے تھے۔ پنک ٹکر کا اسٹائل کا سوٹ تھا۔

”یہ پنو فوراً۔“

اس سے پہلے کہ ریان اسے چھوڑنے جاتا سلیمان خود ایک خدیجہ نے اسے بھی اپنے آنے کا نہیں تھا تو وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ نرم نے چاہا بعد اسے دیکھا تھا۔ جانے کیا بات تھی اس میں کے سارے منفی خیالات دم توڑ گئے تھے۔

پہا کے جانے کے بعد جس طرح اس نے سائرہ کو بھالی تھی سائرہ کو اور اسے حوصلہ دیا تھا۔ اس نے نرم کو جو اکیلے پن کا خوف تھا وہ جاتا رہا تھا۔ اس نے فیکٹری کے معاملات بھی ایماندار لوگوں کے ہاتھ دیے تھے۔

نرم کچن میں آئی۔ ساجدہ بریانی کو دم دے رہی تھی۔ نرم نے بھی اس کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔

ساجدہ چائے دینے ڈرائنگ روم میں گئی تو نرم نے نرم کا پوچھا۔

”وہ تو کچن میں ہیں۔ سوٹ ڈش کے بعد چائے لے لیں۔“

”ساجدہ نے بتایا۔“

”ساجدہ نے بتایا۔“

سائرہ بیگم کی بڑی بھالی نے گاؤں سے ایک میاں بیوی کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ اہل حاجرہ اور خدا بخش کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی دونوں شروع سے ہی اس کے میکے میں کام کرتے آئے تھے۔

قلیل اعتماد اور قابل بھروسہ تھے اس لیے انہوں نے سائرہ بیگم کے پاس بھجوا دیا ویسے بھی ان حالات میں اس کے پاس کسی سمجھ دار عورت کا ہونا ضروری تھا اور اہل حاجرہ ان خصوصیات پر پوری اترتی تھیں۔

ان دونوں میاں بیوی کو یہاں آئے چند دن ہی گزرے تھے اور وہ اس ماحول میں رچ بس گئے تھے۔ خدا بخش نے پورے لان کی حالت بدل دی تھی۔ اہل حاجرہ نے ساجدہ کے ساتھ مل کر کچن کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ سائرہ کے لیے وہ خود کھانا بناتی تھیں۔

مقوی اور قوت بخش فارغ وقت میں وہ ان کے بالوں میں تیل کی مالش کرتی ان کا حوصلہ اور ہمت بڑھاتی۔ جوں جوں سائرہ کی ڈیوری نزدیک آ رہی تھی اس کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔

اس دن سلیمان آفس سے اٹھنے کے بعد گھر چلے گئے سائرہ بیگم کی طرف چلا آیا۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اہل حاجرہ نے بتایا کہ اندر ڈاکٹرنی چیک کرنے آئی ہوئی ہے۔

”پتر دن قریب ہیں میں سائرہ دھی کے سب ہی ڈاکٹرنی سے چیک کر رہی ہے۔“ پاس ہی نرم بھی تھی اہل حاجرہ کی کھلی ڈلی بات پر شرما کر رخ موڑ لیا۔

”آپ جیسے ہاں۔“ اہل حاجرہ کی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے نرم نے اخلاقیات بھانا چاہا۔

”ہاں پتر! بیٹھو میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔“ انہیں پتا تھا سلیمان اس گھر کا مالک ہے تب ہی خاطر تواضع میں



"اف" وینڈر فل۔ اس کی آنکھیں بالکل بالیا کی طرح ہیں۔ اور یہ دیکھیں اس کے گل کتنے سوٹ ہیں۔ دل کرتا ہے بیمار کر کے۔" ایک دم اس کی زبان کو بریک لگ گیا۔ سلیمان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جینپ کر سب بلی گئی۔

"مما! دیکھیں میں اس کی آنکھیں بالیا کی طرح ہیں ہیں!" اب وہ پھر سائہ بیگم کے بستر پر تھی۔

"ہاں اور اس کے بالوں کا کلر مستواں ناک ہاتھ پاؤں سب تمہاری طرح ہیں۔"

"جی۔" وہ خوشی سے بے حال ہو رہی تھی۔

"بالکل سچ یہ اپنی آپنی کی طرح ہے۔" انہوں نے تصدیق کی تو ایک بار پھر اس کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔

"مگر اس کا دل اپنی آپنی کی طرح نہیں ہوتا چاہیے۔" پاس بیٹھا سلیمان بڑے دھیسے لہجے میں بولا تھا۔

نریم نے ادھر ادھر دیکھا کہیں کسی نے سن تو نہیں لیا۔ وہ بول کر بالکل بے نیاز بن گیا تھا۔

دوپہر تک ہاسپٹل کا وہ پرائیویٹ روم رشتہ داروں سے بھر چکا تھا۔

خدیجہ، نریم کی آنکھوں کی سرخی دیکھ رہی تھی جو شب بیداری کی غماز تھی۔ انہوں نے زیر دستی ریان کے ساتھ اسے گھر بھیجا۔ ورنہ ننھے ننھے سے بھائی کے پاس سے اٹھنے کو بالکل دل نہیں کر رہا تھا۔

اماں ہاجرہ بھی اس کے ساتھ ہی گھر آئی تھیں۔ انہوں نے رات کو دوبارہ واپس جانا تھا سائہ کے لیے کھانا لے کر۔

نریم تو گھر پہنچتے ہی سو گئی۔

نریم روز صبح ہسپتال آئی اور مغرب کے بعد خدیجہ زیر دستی گھر واپس بھیجتیں۔ اس کا دل چاہتا ہی نہیں تھا بھائی کو چھوڑ کر جائے۔ اس کی یہ محبت دیکھ کر سائہ کے دکھوں کا ازالہ ہو گیا تھا۔

اس ننھے منے وجود نے نریم کو ان سے ملادیا تھا۔ اس کے منہ سے لفظ ماما کتنا پیارا اور انمول لگتا تھا۔

وہ جب تک ان کے پاس رہتی بھائی کو اٹھاتا رکھتی اس کے گلاؤں پہ انگلیاں پھیرتی اس کی آنکھوں کو پھولی اس کے گلابی ہونٹوں کو چومتی اور پھر خوش ہوتی۔

چوتھے دن سائہ بیگم کو اسپتال سے گھر پر اجازت مل گئی۔ اس روز نریم اسپتال نہیں آئی۔ وہ گھر پر وکٹران کے استقبال کی تیاری کر رہی تھی جب گاڑی گیت سے اندر داخل ہوئی تو نریم نے نریم کھڑی تھی۔ ساتھ ہی روشن خدا بخش گھر کے ساجدہ بھی تھے۔

نریم نے پھولوں کی پتیاں سائہ بیگم پر نچھلوا دیں۔

"ویکم مما!" ساتھ ہی وہ ان کے گلے لگ گئی۔

"مما! آئی ایم سوری۔ آئندہ میری طرف سے تم کو دکھ نہیں ملے گا۔" خدیجہ کی گود سے اس نے بوسہ کو لے لیا۔

"میں اسے خود اٹھاؤں گی۔" ایک سرشاری کی رگ جلیں میں اتر گئی۔

ان کی غیر موجودگی میں نریم نے ان کے پیچھے ہٹ کر ہسٹنک خود چیخ کی تھی۔ سب کچھ دھلا دھلا کر گل دان میں تازہ پھول منک رہے تھے اور ایک کٹ کا بھی اضافہ ہوا تھا۔ سائہ بیگم کا دل جھٹکا گیا۔ وہ لیٹ گئیں تو نریم نے ان کے پاس سے بھائی کو بھی لٹا دیا۔

"مما! اس کا نام کیا رکھیں؟"

"جو تمہیں پسند ہے رکھ دو کیونکہ تم اپنی طرف سے اسے پھر آج سے اس کا نام علی ہے۔"

پہلے سے ہی سوچ رکھا تھا۔

"بس ٹھیک ہے۔ اس کا نام علی ہے۔"

باتیں کرتے دیکھ کر خدیجہ خوش ہو رہی تھیں۔

"اب تم خیر سے گھر آگئی ہو تو میں سوچ رہی تھی چھوٹا موٹا سائنکشن آرنج کر لوں کیونکہ سلیمان کے بہت سے جانے والے ہیں گھر میں ہیں جو ویرہ کھانے کی ضد کر رہے ہیں۔"

"میں کاروائے سخن سائہ کی طرف تھا۔"

"ہاں! اچھی بات ہے ضرور سائنکشن کریں۔ میں جی ہاں! میں نریم اپنے گھر جائے ہنسی خوشی۔" بھلا انہیں کیا اعتراض تھا۔

"اور بس سلیمان کہہ رہے تھے ہم ویرہ لاہور میں رہنے لگے کریں گے انہیں بڑی تمنا ہے کہ سو کچھ دن گھر پر رہیں۔ اگر تیور بھائی یوں انہیں چھوڑ کر نہ جاتے تو بکری کے دو دن بعد ہم نے لاہور لے جانا تھا۔"

نریم کو۔" تیور صاحب کے ذکر پر سائہ کی آنکھیں جھپک گئیں تو خدیجہ بھی اداں ہو گئیں۔

نریم ادھر ہی آ رہی تھی۔ سائہ بیگم نے فوراً اپنے آنسو صاف کیے۔

"اب تم بھی چلنے کی تیاری کرو۔" خدیجہ نے ماحول طاری اب اسی کو بھگانا چاہا۔

"کہاں؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے خدیجہ کی طرف دیکھا۔

"لاہور۔" ان کے جواب پر وہ چپ سی ہو گئی۔

نریم ہم اپنے اسی گھر میں کریں گے تمہارے انکل کی خواہش ہے انہوں نے وضاحت کی۔

رات کو سلیمان خدیجہ کو لینے آیا۔ اس کی آمد پر ساجدہ اور اماں حاجرہ نے کھانے پر خالصا اہتمام کر لیا۔

قد سائہ کے لیے ننھی نریم نے خورنائی۔

وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہاں اور خالہ کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلا تو اماں حاجرہ دکھائی دیں۔ سوپ کا باؤل لیے وہ سائہ کو دینے جا رہی تھیں۔

"اماں! آپ کی پھولی پللی کہاں ہیں؟"

"وہ اندر ہیں۔" اماں حاجرہ نے اس کے پوچھنے پر کچن کی طرف اشارہ کیا۔

"اماں! اتنی جلدی سوپ دے بھی آئی ہیں۔ دیری نہ کرو۔ ملی تو نہیں رو رہا تھا۔"

وہ باؤلی میں چھپ چلا تے ہوئے اسے اماں حاجرہ کو کر بول۔ جب کچھ لمحے خاموشی طاری رہی اور اسے اپنے سوال کا کوئی جواب نہیں ملا تو وہ پٹی۔

سلیمان دواڑے پر پھیل کر کھڑا تھا۔ ایسے کہ جب

تک وہ آگے سے نہ ہٹتا نہ کوئی اندر آسکتا تھا نہ باہر جا سکتا تھا۔

"کب تک یہاں ہی کھانے پکانے کے ارادے ہیں۔ کسی اور کی بھی خبر ہے کہ نہیں۔" وہ قصداً ذرا گہری آواز میں بولا جس میں ہلکے سے غصے کی آمیزش محسوس کی جاسکتی تھی۔ جواباً وہ خاموش ہی رہی تو سلیمان آگے بڑھ آیا۔ "میں نے کچھ کہا ہے؟" اس کے انداز سے نریم پھر گھبرانے لگی۔ "کب تک چھپ کر بیٹھی رہو گی۔" وہ صاف صاف دھمکی دے رہا تھا۔

"آگے سے نہیں۔ علی رو رہا ہو گا۔" اسے یہاں سے بھاگنے کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔

"تو میں کیا کروں علی رو رہا ہے تو۔"

"مجھے اندر جانا ہے۔" اب تو وہ رو ہانسی ہی ہو گئی۔

"مجھے گھر لے کر جانا ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتی سلیمان نے اپنا بازو پھیلا دیا۔

ساجدہ کی قدموں کی آواز ادھر ہی آتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سنبھل گیا۔ نریم کا دل ابھی تک زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

\*\*\*

"خبر داد اب تم نے اور نریم کو تنگ کیا تو۔" سائہ بیگم نے رعب سے اسے دیکھا تھا۔

"میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ اصل میں وہ جس طرح آپ کے ساتھ بد تمیزی سے بول رہی تھی میں برداشت نہیں کر سکا۔ میں نے تو مہنوز سکھانے تھے اسے جو تیور انکل کی ڈنٹھ کی وجہ سے نہیں سکھا سکا۔"

"بس سلیمان بہت ہو گئی ہے۔ نریم بیٹی ہے میری۔ اب تم نے کوئی زیادتی کی تو میں معاف نہیں کروں گی۔ تیور کی جان بھی اس میں۔" سائہ یک بیک جذباتی ہو گئیں۔

"خالہ! میں تو مذاق کر رہا تھا۔" ان کے بدلتے تاثرات دیکھ کر وہ سنجیدہ ہو گیا تو سائہ بھی مسکرا دیں۔



# خاتون

بہنوں کا اپنا ماہنامہ  
لاہور

جس 2009 کے شمارے کی ایک جھلک

- ☆ دراصل اس فنکارہ "ریٹاک" سے ملاقات۔
- ☆ "بھی عشق ہو تو پتا چلے" نازیہ نیا کا مکمل ناول۔
- ☆ "میرے ساتھ کون" حمین اختر کا سلسلہ وار ناول۔
- ☆ "یہ جو میرا تمہارا رشتہ ہے" سعد سیال کا شیف کا مکمل ناول۔
- ☆ "محبت بھی مرنے نہیں" شازیہ فتنی کا مکمل ناول۔
- ☆ "عشق کے رنگ ہزار" حمیرا باب کا مکمل ناول۔
- ☆ "میرے چارہ گر میرے مہمان" حمین اختر کا سلسلہ وار ناول۔
- ☆ "عجب سلسلے ہیں وفا کے" سعد سیال کا شیف کا سلسلہ وار ناول۔
- ☆ رونا علیہ لودھ، ساجدہ تاج، نورین حنیف، قرۃ العین رائے اور ہماراؤ کے سامنے،

ادبیات کی علامت

پیارے نئی باتیں، انشاء، نامہ، انٹرویو، شوہر  
کی دنیا کی دلچسپ معلومات اور حیدر سروس کے علاوہ حنا  
کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں

جس 2009 کے شمارے کی ایک جھلک

آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال بے طلب کریں

سیکھڈ فلور۔ جہاں سلیمان لاہور آتا تو قیام کرتا  
اسی کمرے کو ڈیکوریٹ کرایا گیا تھا۔

اب آؤ ہم لوگ  
پھر سے سیکھیں اقرار کے طریقے

تمام  
دور جنوں کی رسمیں  
تمام اظہار کے سلیقے  
تم اپنی آنکھوں سے  
میری آنکھوں کے جام بھر دو  
اگر بالوں کے کنارے شکستہ ہوں تو حرج کیا ہے  
سندھ فاکلٹی تو ہوگی

تم اپنے ہاتھوں سے میرے بالوں کی لٹ سننا  
سیاہی شب کی دل فریبی نہیں ملے گی تو خورشید لا

مکھیں کہیں چاندنی تو ہوگی  
تم اپنے ناموں کی لاکھ مہوں کو  
میرے چہرے پہ ثبت کر دو!

یہ عہد نامہ ورق ورق ہو تو سوچنا کیا!  
"یہاں سینے میں جو دل دھڑکتا ہے کیا اب  
ہی ہے پہلے جیسا۔" وہ کتنے مزے سے نرم نرمی سے  
پلکوں کا رقص دیکھ رہا تھا۔

خوشبوؤں میں بسا تو مانہ نکھر نکھر اس سلیمان  
کے سامنے موجود تھا۔

"مجھے لگتا ہے پہلے جیسا نہیں رہا ہے۔"  
سلیمان نے اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑ لیا تھا۔

نازک سا لڑکا تھا پیسے میں بھیگا بیٹا۔  
"ملے ہو مگر اجنبی بن رہے ہو قیامت۔"

پھر اور کیا ہے۔ وہ دلکش انداز میں مسکرایا اور  
کلائیوں میں جچی چوڑیوں کو دیکھنے لگا۔ جلتے  
لکھ سے نرم نے کیا پڑھا اور کیا سمجھا تھا کہ پانچ

پچھ کر لیا۔  
"اتنی بزدلی۔ جب ایک چھ فٹ کے پولیس  
کو کڈھ کر لیا تو اس وقت یہ دل اتنا تیز تیز

"ویسے آپ کی بیٹی نے جس طرح کڈھ کر  
کے بعد میری آنکھوں پہ پٹی باندھی تھی وہ آپ دیکھ  
لیتیں تو عشق کرنا چاہیں۔" سلیمان ابھی تک ان  
ہاتھوں کی لرزش نہیں بھولا تھا۔

"محترمہ نے ایک پولیس آفیسر کے ساتھ ہاتھ کیا۔  
وہ آپ کو نظر نہیں آتا۔"

"ماہ نور اور ثانیہ سب تمہیں بتا تو چکی ہیں۔ بس  
ہو گیا اب بھول جاؤ اور نرم کو مزید تنگ نہ کرو۔"  
"اوکے نہیں کرتا۔ اگر مجھے ذرا سا بھی پھین ہو تاکہ  
وہ ملائکہ اور باقی دو لڑکوں کے گروہ کے ساتھ ملوث رہی  
ہے تو پھر میری ڈکشنری میں معافی کا لفظ نہیں تھا۔ میں  
نے پوری تحقیق کروائی ہے۔"

سلیمان کے چہرے پہ اتنی سختی اور درشتی تھی کہ  
سارے بیگم بھی ڈر گئیں۔ انہوں نے اس کا ہاتھ دبا کر  
پر سکون رہنے کی خاموش سی تائید کی۔

سلیمان کی کزنز اور رشتہ دار عورتیں نرم کو گھیرے  
بیٹھی تھیں۔ ریان الگ شور مچا رہا تھا کہ مجھے بھی جگہ دو  
بھابھی کے پاس بیٹھنے کی۔ خاص خاص مہمانوں کو  
بلانے کے باوجود پھر بھی اچھے خاصے لوگ جمع ہو گئے  
تھے سلیمان کے ولیمہ کی تقریب سب جی گئی تھی۔ خدیجہ  
اور عثمان بہت مسرور تھے۔

"سارے بیگم بھلی کو گود میں لیے نرم کے پاس ہی  
بیٹھی تھیں۔ گاہے بگاہے نرم جھک کر علی کا گل جوم  
لیتی۔

"ایٹالیٹ ولیمہ پہلی بار کھایا ہے۔" یہ سلیمان کی  
کزن تھی۔

"مکریہ بھی دیکھیں اور آید ورسٹ آید۔ ولیمہ لیٹ  
نہ ہوتا تو میرا سالا کیسے شرکت کرتا۔" سلیمان برجستہ  
بولتا تو زور کا تقہ پڑا۔

مہمانوں کے جلنے کے بعد لڑکیاں اسے کمرے  
میں لائیں۔ خدیجہ نے پورے اہتمام اور چاؤ سے نرم  
کو تیار کرایا تھا۔ بار سنگھار زیورات اور لباس سے وہ  
بارت کی دلہن کی مانند ہی نظر آ رہی تھی۔